لِیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔" کتب الله لاغلبن انا و رسلی' اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, INC.,** AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St., P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster, Send address changes to:
THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719-0226

سے بادیہ نشین نادان مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا " ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا" یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔..........

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا" (الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۰۴، ۳۰۵)۔

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ

النور

اپریل - مئی ۱۹۹۹ء

شہادت - ہجرت ۱۳۷۸ ہش

نگران

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد

امیر جماعت احمدیہ امریکہ

مدیر

سید شمشاد احمد ناصر

فہرست مضامین

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ
کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیگا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔
اور جو دین اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ ان کے لیے اُسے مضبوطی سے
قائم کر دیگا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لیے امن کی حالت
تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے
اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔
اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰتیں دو، اور اس رسول کی اطاعت
کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔
(اور اے مخاطب کبھی خیال نہ کر کہ کفار زمین میں ہمیں اپنی تدبیروں سے عاجز
کر دیں گے اور ان کا ٹھکانا تو دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ
مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ
تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً
عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۴)

ترجمہ:- یعنی اے مسلمانو! تم میں یہ نبوت کا دور اُس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے۔ اور پھر یہ دور ختم
ہو جائے گا۔ اس کے بعد خلافت کا دور آئے گا جو نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔ (اور گویا اس کا تتمہ ہوگی) اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت بھی
اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد کاٹنے والی (یعنی لوگوں پر ظلم کرنے والی) بادشاہت کا دور آئے گا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ دور بھی ختم ہو جائے گا
اس کے بعد جبری حکومت کا دور آئے گا۔ اور پھر یہ حکومت بھی اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی
طرح نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام تربیت کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے۔ اس پہلو سے آج درود پر اتنا زور دینا چاہئے کہ جس کثرت سے جماعت دنیا میں پھیل رہی ہے اسی کثرت سے درود پھیلے اور درود کی برکت سے جماعت کو برکت ملے گی

درود شریف اخلاص، محبت، خشوع اور تضرع سے پڑھنا چاہئے

درود شریف کے فضائل وبرکات کا احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات وہ ارشادات کے حوالے سے نہایت دلنشین اور روح پرور تذکرہ

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۵ مارچ ۱۹۹۹ء)

لندن (۵ مارچ) : سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۷ "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" کی تلاوت کی اور فرمایا کہ آج کے خطبہ میں آپ درود شریف سے متعلق احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے بعض امور بیان فرمائیں گے۔ لیکن اس موضوع کو شروع کرنے سے قبل حضور ایدہ اللہ نے گزشتہ ایک خطبہ میں مذکور حدیث نبویؐ سے متعلق ایک وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک حدیث پڑھی تھی جس میں ذکر تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے لئے غنائم حلال کی گئی ہیں اور حدیث کے الفاظ ایسے تھے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اس سے پہلے کسی نبی کے لئے غنائم حلال نہیں کی گئیں۔ حضور نے فرمایا کہ جبکہ قرآن کریم سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ علیہم السلام وغیرہ انبیاء کے لئے غنائم حلال تھیں اور حدیث نبوی قرآن مجید کی قطعی گواہی کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ ضرور اس حدیث میں کوئی ایسا مفہوم ہے جس کی سمجھ نہیں آرہی۔ حضور نے فرمایا کہ اس بارہ میں جو مختلف احباب نے اپنی توجیہات بھجوائیں ان میں سب سے زیادہ وہ توجیہہ آئی ہے جو ناروے سے قریشی عبدالرشید صاحب نے بھجوائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ساری حدیث نبوی کی روح یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی برکت سے تمام دنیا استفادہ کر رہی ہے۔ اس میں حضرت محمدؐ رسول اللہ کی عالمی حیثیت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اس لئے غنائم میں بھی رسول اللہ کی عالمی حیثیت کی ہی باتیں ہو رہی ہیں اور یہ قطعی بات ہے کہ آنحضرتؐ کے سوا کسی نبی کے لئے کل عالم میں غنائم کے حلال کرنے کا ذکر نہیں کیونکہ پہلے ہر نبی کا دائرہ کار محدود تھا اس لئے تمام دنیا میں ان کے غنائم حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے درود شریف سے متعلق احادیث نبویہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ سنن نسائی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس میرا ذکر آئے اور وہ محمدؐ پر درود نہ بھیجے وہ بڑا بخیل ہے اور جو شخص محمدؐ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجتا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے فقیر جن کی معمولی بھیک مل جائے تو وہ بھی دینے والے کو دعائیں دیتے ہوئے چلے جاتے ہیں تو جس کے بے انتہا احسانات ہوں اس کا نام آنے پر اگر درود نہ بھیجا جائے تو یہ انتہائی بخل اور قلب کی خساست پر دلالت کرنے والی بات ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ تمہارے بخل کا مجھے تو کوئی نقصان نہیں تم اپنے ہی خلاف بخل کرو گے کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ ایک درود مجھ پر بھیجو گے تو خدا دس درود تم پر بھیجے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے ایک اور حدیث نبوی کے حوالے سے بتایا کہ جب بھی کوئی شخص کہیں بھی کسی بھی وقت آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو خدا کے فرشتے اسے آنحضرتؐ تک پہنچاتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ میں نے رات کی تنہائی میں یا فلاں جنگل کے گوشہ میں درود بھیجا تھا اور کسی نے سنا نہیں۔ اس حدیث میں یہ یقین دہانی ہے کہ تمہارا درود و سلام لازماً محمدؐ رسول اللہ تک پہنچے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جبریلؑ نے مجھے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے آپؐ پر درود بھیجا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جس نے آپؐ پر سلام بھیجا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ جب آنحضرتؐ کو یہ خوشخبری دی گئی تو حضور اکرمؐ نے اس پر سجدۂ شکر ادا کیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کے بعد اپنے لئے دعا مانگی۔ آنحضرتؐ نے یہ سنا تو فرمایا مانگ تجھے دیا جائے گا۔ اس حدیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ قبولیت دعا کے لئے یہ ایک طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ پر درود بھیجا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے خود صحابہ کے دریافت کرنے پر درود شریف سکھایا اور یہ وہی ہے جو ہم اپنی نمازوں میں عام طور پر پڑھتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ درود کے لئے عشق و محبت کی کیفیت کی ضرورت ہے۔ جس میں ڈوب کر انسان درود پڑھے۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی اور کسی نبی کے بارہ میں اس کی امت کو یہ تعلیم نہیں دی گئی کہ تم اپنے نبی پر درود بھیجو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو درود سے ایسی محبت تھی کہ آپ نے شرائط بیعت میں اسے شامل فرمایا اور ایک ٹریکٹ میں قبولیت دعا کے تین ذرائع بیان کرتے ہوئے دوسرا ذریعہ درود کو قرار دیا۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں درود کا ذکر بھی فرمایا اور اس ضمن میں کہ درود کتنی دفعہ پڑھنا چاہئے اور کتنی پابندی سے کس وقت پڑھنا چاہئے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں اصل یہ ہے کہ اخلاص، محبت، خشوع اور تضرع سے پڑھنا چاہئے۔ اور اس وقت تک ضرور پڑھتے رہو جب تک ایک حالت بے خودی اور رقت کی پیدا ہو جائے اور کیفیت صلوٰۃ سے دل بھر جائے اور ایک انشراح اور لذت پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا کہ درود تربیت کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے۔ اگر جماعت کو درود پڑھنا آجائے تو وہ تربیت کا بہترین ذریعہ ہوگا۔ اس پہلو سے آج درود پر اتنا زور دینا چاہئے کہ جس کثرت سے جماعت دنیا میں پھیل رہی ہے اسی کثرت سے درود پھیلے اور درود کی برکت سے جماعت کو برکت ملے گی۔ جہاں جہاں بھی خدا کے فضل سے تبلیغ پھیل رہی ہے اس درود کو پھیلانے کی بہت ضرورت ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کے بعض واقعات کا بھی ذکر فرمایا۔ یہ نہایت دلنشیں روح پرور ذکر جاری تھا کہ خطبہ کا وقت ختم ہو گیا۔ حضور ایدہ اللہ نے آئندہ خطبہ میں اسی مضمون کو جاری رکھنے کا ذکر فرمایا۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے جان و دل بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

(درثمین)

خلیفہ کا مقام اور اس کی اہمیت

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات کی روشنی میں

چوہدری محمد صدیق ایم۔اے۔ایم،او،ایل۔ انچارج خلافت لائبریری، ربوہ

انبیاء علیہم السلام کی بعثت ایسے وقت میں ہوتی ہے جبکہ دنیا میں ظلمت اور تاریکی کا دور دورہ ہوتا ہے اور "ظہر الفساد فی البر والبحر" کی کیفیت ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے طفیل اللہ تعالیٰ ان ظلمتوں اور اندھیروں کو اپنے نور کے ذریعہ زائل کرتا ہے اور ایمان لانے والی اور عمل صالح کرنے والی جماعتیں کھڑی کر دیتا ہے۔ نور نبوت کے فیضان کو امت میں لمبے عرصہ تک ممتد کرنے کے لئے ان ایمان داروں اور عمل صالح کرنے والے لوگوں میں خلافت کا سلسلہ جاری فرماتا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے احیاء اور شریعت اسلامیہ کے قیام کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کی وفات کے بعد جماعت میں اپنی قدرت ثانیہ کا ظہور فرماتے ہوئے سلسلہ خلافت کو قائم فرمایا۔

جماعت احمدیہ میں سب سے پہلی خلافت ۲۷؍ مئی ۱۹۰۸ء کو قائم ہوئی۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہر سال ۲۷؍ مئی کو یوم خلافت منایا جاتا ہے۔ تاکہ اس موقعہ پر خلافت کی اہمیت اور خلیفہ کے مقام کی اہمیت جماعت کے افراد پر واضح کی جایا کرے۔ پس "ذکر فان الذکر تنفع المومنین" کے ارشاد خداوندی کے تحت ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات "خلیفہ کا مقام اور اس کی اہمیت" کے بارہ میں پیش کی جاتی ہیں تاکہ احباب جماعت ان ارشادات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نعمت خلافت کی قدر کریں اور "ولئن شکرتم لازیدنکم" کے مطابق اس نعمت کو اپنے اندر دیر تک جاری رکھنے کا موجب ہوں۔

خلافت کی اطاعت سے ہی الٰہی نصرت ملتی ہے

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ خلافت کی اطاعت کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"......وہی خدا جو اس وقت فوجوں کے ساتھ تائید کے لئے آیا آج میری مدد پر ہے اور اگر آج تم خلافت کی اطاعت کے نکتہ کو سمجھو تو تمہاری مدد کو بھی آئے گا۔ نصرت ہمیشہ اطاعت سے ملتی ہے جب تک خلافت قائم رہے نظامی اطاعت پر، اور جب خلافت مٹ جائے انفرادی اطاعت پر ایمان کی بنیاد ہوتی ہے"۔

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

خلافت کی اطاعت سے باہر ہونے والا نبی کی اطاعت سے باہر ہو جاتا ہے

حضور فرماتے ہیں:

"بیشک میں نبی نہیں ہوں لیکن میں نبوت کے قدموں پر اور اس کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ ہر وہ شخص جو میری اطاعت سے باہر ہوتا ہے وہ یقیناً نبی کی اطاعت سے باہر ہوتا ہے ...... میری اطاعت اور فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے"۔ (الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

اطاعت رسول خلافت سے ہوتی ہے

فرمایا: "اطاعت رسول بھی جس کا اس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے رشتہ میں پرویا جائے۔ یوں تو صحابہؓ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں۔ پھر صحابہؓ اور آج کل کے مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ یہی کہ صحابہ میں ایک نظام کا تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ رسول کریم ﷺ انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہ اسی وقت اس پر عمل کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے لیکن یہ اطاعت کی روح آج کل کے مسلمانوں میں نہیں ...... کیونکہ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب خلافت ہوگی، اطاعت رسول بھی ہوگی"۔

(تفسیر کبیر، سورہ نور صفحہ ۳۶۹)

ہر قسم کی فضیلت امام کی اطاعت میں ہے

حضورؓ فرماتے ہیں: "یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے .... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود پر ایمان لاتا ہوں۔ ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا۔ جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اسکی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحہ بسر نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا"۔

(الفضل ۱۵؍نومبر ۱۹۴۶ء)

خلفاء ہی قرب الٰہی کے حصول میں ممد ہیں

حضورؓ فرماتے ہیں: "انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں ممد ہوتے ہیں جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا کھڈ سٹک کا سہارا لے کر چڑھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں۔ وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے"۔ (الفضل ۱۱؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

دین کی صحیح تشریح اور وضاحت خلفاء ہی کرتے ہیں

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "خلفاء کے ذریعہ سنن اور طریقے قائم کئے جاتے ہیں ورنہ احکام تو انبیاء پر نازل ہو چکے ہوتے ہیں۔ خلفاء دین کی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں اور مغلق امور کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ایسی راہیں بتاتے ہیں جن پر چل کر اسلام کی ترقی ہوتی ہے"۔

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

اقامت صلوٰۃ خلیفہ کے ذریعہ ہی ہوتی ہے

فرمایا: "اقامت صلاۃ بھی اپنے صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صلاۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اور قومی ضرورتوں کو لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ اب اگر خلافت کا نظام نہ ہو تو قومی ضروریات کا پتہ کس طرح لگ سکتا ہے۔ مثلاً پاکستان کی جماعتوں کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ چین اور جاپان اور دیگر ممالک میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے اور اسلام ان سے کن قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اگر ایک مرکز ہوگا اور ایک خلیفہ ہوگا جو تمام مسلمانوں کے نزدیک واجب الاطاعت ہوگا تو اسے تمام اکناف عالم سے رپورٹیں پہنچتی رہیں گی کہ یہاں یہ ہو رہا ہے اور وہاں یہ ہو رہا ہے اور اس طرح وہ لوگوں کو بتا سکے گا کہ آج فلاں قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور آج فلاں قسم کی خدمات کے لئے آپ کو پیش کرنے کی حاجت ہے۔ .... مگر جبطرح وہ لوگوں کو بتا سکے گا کہ آج فلاں قسم کی خدمات کے لئے آپ کو پیش کرنے کی حاجت ہے .... مگر جب خلافت کا نظام نہ رہے تو انفرادی رنگ میں کسی کو قومی ضرورتوں کا کیا علم ہو سکتا ہے"۔

(تفسیر کبیر سورہ نور صفحہ ۳۶۸)

تمام برکات خلیفہ وقت سے تعلق کے نتیجہ میں مل سکتی ہیں

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

"جب تک بار بار ہم سے مشورے نہیں لیں گے اس وقت تک ان کے کام میں برکت پیدا نہیں ہو سکتی۔ آخر خدا نے ان کے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ نہیں دی۔ میرے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ دی ہے۔ انہیں خدا نے خلیفہ نہیں بنایا مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور جب خدا نے اپنی مرضی بتانی ہوتی ہے تو مجھے بتاتا ہے انہیں نہیں بتاتا۔ پس تم مرکز سے الگ ہو کر کیا کر سکتے ہو۔ جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے، جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے، جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔ اس سے جتنا تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت پیدا ہو گی۔ .... وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا کر سکتا ہے"۔ (الفضل ۲۰؍نومبر ۱۹۴۶ء)

خلیفہ وقت کی موجوگی میں کسی آزادانہ تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت نہیں

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے، اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے رادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے"

(خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

خلیفہ وقت کی سکیم کے سوا اور کوئی سکیم قابل عمل نہیں ہونی چاہئے

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم، وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں"

(خطبہ جمعہ ۲۴؍جنوری ۱۹۳۶ء مندرجہ الفضل ۳۱؍جنوری ۱۹۳۶ء)

پھر فرماتے ہیں:-

"......... جس پالیسی کو خلفاء پیش کریں گے ہم اسے ہی کامیاب بنائیں گے۔ اور جو پالیسی ان کے خلاف ہوگی اسے ناکام بنائیں گے۔ پس اگر کوئی مبایع اور مومن کوئی اور طریق اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسے ناکام کریں گے .... صرف خلیفہ کی پالیسی کو ہی کامیاب کریں گے"۔

(خطبہ مندرجہ الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

نیز فرماتے ہیں:

"دین کے ایک معنی سیاست اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے سچے خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ علامت بتائی ہے کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں قائم فرمائے گا"۔

(تفسیر کبیر، سورہ نور صفحہ ۳۷۶)

انسانی عقلیں اور تدبیریں خلافت کے تحت ہی کامیابی کی راہ دکھا سکتی ہیں

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقل مند اور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو

کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو"

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

خلیفہ کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلفاء کی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری اسوجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ وحی الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے مگر خلیفہ کی اطاعت اس لئے نہیں کی جاتی کہ وہ وحی الٰہی اور تمام پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے بلکہ اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذ وحی الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے۔ اسی لئے واقف اور اہل علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کو عصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمت صغریٰ"

(الفضل ۱۷؍فروری ۱۹۳۵ء)

نیز فرمایا: "یہ تو ہو سکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفہ وقت سے کوئی غلطی ہو جائے لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر اس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عصمت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کو عصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کے لئے تباہی کا موجب ہو۔ ان کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کو غلبہ ہوگا اور اس کے مخالفوں کو شکست ہوگی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو ان کی ہوگی۔ بیشک بولنے والے وہ ہوں گے، زبانیں انہی کی حرکت کریں گی، ہاتھ انہی کے چلیں گے، دماغ انہی کا کام کرے گا مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوگا"۔

(تفسیر کبیر سورہ نور صفحہ ۳۷۶، ۳۷۷)

اللہ تعالیٰ خلیفہ وقت کو اپنی صفات بخشتا ہے

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے۔......... تو اس کے کیا معنی ہیں کہ خلیفہ خود خدا بناتا ہے۔ اس کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جب کسی کو خدا خلیفہ بناتا ہے تو اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔ اگر وہ اسے اپنی صفات نہیں بخشتا تو خدا تعالیٰ کے خود خلیفہ بنانے کے معنی ہی کیا ہیں"۔

(الفضل ۲۲؍نومبر ۱۹۵۰ء)

خلفاء کا ادب و احترام ہی کامیابی کا ذریعہ ہے

فرمایا: "شریعت وہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہے اور آداب وہ ہیں جو خلفاء کی زبان سے نکلیں۔ پس ضروری ہے کہ آپ لوگ ایک طرف تو شریعت کا احترام قائم کریں اور دوسری طرف خلفاء کا ادب و احترام قائم کریں اور یہی چیز ہے جو مومنوں کو کامیاب کرتی ہے"۔

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

خلیفہ کی دعا ہی سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اسکی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے.........میں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی"۔

خلیفہ ہی دشمن کو زیر کرنے کا ذریعہ ہے

حضور رضی اللہ عنہ جماعت کو خلیفہ کی کامل فرمانبرداری کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھتے ہوئے میں انسانوں پر انحصار نہیں کر سکتا۔ اور تم بھی یہ نصرت اسی طرح حاصل کر سکتے ہو کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ اور ایسا کرنے میں صرف خلیفہ کی اطاعت کا ثواب نہیں بلکہ موعود خلیفہ کی اطاعت کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو گے تو مشکلات کے بادل اڑ جائیں گے، تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرمانبرداری کرو"۔

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

بیعت خلافت کے بعد کوئی کام امام کی ہدایت کے بغیر نہیں ہونا چاہئے

بیعت خلافت کے بعد مبایعین کی ذمہ داریاں بیان فرماتے ہوئے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے .... ان شرائط اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہئے اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہئے جن کے نتائج ساری جماعت پر آکر پڑتے ہوں کیونکہ پھر امام کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں رہے گی...... امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے"۔

(الفضل ۵؍جون ۱۹۳۷ء)

(منصب خلافت صفحہ ۳۲)

خلافت کی ناقدری فسق پر منتج ہوتی ہے

نعمت خلافت کی قدردانی کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"........... خلافت بھی چونکہ ایک بھاری انعام ہے اس لئے یاد رکھو جو لوگ اس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے...... فسق کا فتویٰ انسان پر اسی صورت میں لگ سکتا ہے جب وہ روحانی خلفاء کی اطاعت سے انکار کرے"۔

(تفسیر کبیر، سورہ نور صفحہ ۳۷۰، ۳۷۴)

حضور رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا ارشادات سے خلیفہ کا مقام اور اس کی اہمیت عیاں ہے۔ خلیفہ وقت کی بیعت کے بعد دوسرے تمام لوگوں کی اطاعتیں اور تمام قسم کی وفاداریاں صرف اسی وقت تک جائز سمجھی جا سکتی ہیں جب تک ان کی وجہ سے خلیفہ وقت کی اطاعت سے انحراف نہ ہو۔ لیکن اگر واجب الاطاعت خلیفہ کے احکام اور ارشادات و تحریکات کے ساتھ کسی اور چیز کا مقابلہ پڑے تو پھر باقی تمام رشتوں اور تعلقات کا انقطاع اور تمام دوستوں اور محبتوں کا اختتام ہو جانا ضروری ہے۔ صرف اور صرف خلیفہ وقت کی اطاعت ہی مومنین کے مدنظر ہونی چاہئے۔ کیونکہ بیعت کے بعد دراصل حقیقی رشتہ خلیفہ وقت سے قائم ہونا چاہئے اور باقی سب رشتے اسی کی خاطر ہونے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو خلیفہ وقت کا مقام اور اس کی اہمیت صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے اور حقیقی اطاعت اور فرمانبرداری کی روح ہمارے اندر پیدا کرے۔ آمین۔ (بشکریہ ماہنامہ الفرقان ربوہ۔ مئی، جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۳۱ تا ۳۹)

رسالہ پھاڑنے کے الزام میں تین احمدی مسلمانوں کے خلاف

توہین رسالت کی دفعہ کے تحت مقدمہ

(پریس ڈیسک): پاکستان سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مورخہ ۷ / دسمبر ۱۹۹۸ء کو کوٹری ضلع دادو سندھ کے تین احمدی مسلمانوں مکرم ناصر احمد صاحب بلوچ، مکرم ملک مبارک احمد صاحب اور مکرم ظفر احمد صاحب کے خلاف رسالہ "ختم نبوت" پھاڑنے اور جلانے کے الزام میں ایک مقدمہ نمبر 151/98 زیر دفعات 296,295/C,295/B,295/A,295 اور دفعہ 436 تعزیرات پاکستان تھانہ کوٹری ضلع دادو سندھ میں درج کیا گیا۔ یہ مقدمہ محمد نظر عثمانی ولد شیر محمد ساکن لطیف آباد انچارج دفتر عالمی مجلس ختم نبوت کی درخواست پر قائم کیا گیا۔ درخواست میں لکھا گیا کہ خاکسار مورخہ ۱۹/ نومبر ۱۹۹۸ء کو سفائر ٹیکسٹائل ملز سائٹ ایریا کوٹری گیا جہاں مجھے مقرر شدہ مسجد کے پیش امام مولانا محمود احمد نے اطلاع دی کہ مل کے فورمین مرزا سلیم بیگ کے بیان کے مطابق ظفر قادیانی اور مبارک قادیانی جو دونوں مل میں کام کرتے ہیں نے ڈیپارٹمنٹ میں مطالعہ کے لئے رکھے ہوئے رسالہ ختم نبوت کی ایک کاپی کو پھاڑا اور پھر اسے آگ لگادی۔ درخواست میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس کارروائی کو ایک شخص منور احمد نے بھی دیکھا ہے۔ چنانچہ ظفر اور مبارک دونوں کو مل کے انچارج ظہیر احمد کے پاس لے جایا گیا جہاں جنرل مینجر نے دونوں کو ملازمت سے فارغ کر دیا۔

دفتر عالمی مجلس ختم نبوت کے انچارج نے مزید لکھا کہ اس واقعہ کو سن کر ہم مذکورہ ٹیکسٹائل مل میں گئے اور جائے وقوع کو دیکھا نیز پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ ان دونوں نے رسالہ ناصر احمد قادیانی کے کہنے پر پھاڑا اور جلایا تھا۔ اس سارے واقعہ سے ہمارے جذبات بہت مجروح ہوئے ہیں لہذا درخواست ہے کہ ان تینوں احمدیوں کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

چنانچہ تینوں احمدیوں پر مذکورہ بالا دفعات کے تحت مقدمہ درج ہو گیا ہے۔ یاد رہے کہ دفعہ 295/C توہین رسالت کی دفعہ کہلاتی ہے جس کے تحت سزا صرف سزائے موت مقرر ہے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے پاکستانی بھائیوں کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر شر سے اپنی حفاظت میں رکھے اور ظالموں کی گرفت فرمائے۔

اللہ کی یہ تقدیر خوب کھل کر ظاہر ہو گئی ہے کہ آج دنیا کی تقدیر جماعت احمدیہ سے وابستہ ہو چکی ہے۔

ضروری اعلان

۱۴ ستمبر ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرنچ زبان کے پروگرام سوال و جواب کے دوران ایک دوست کے سوال پر کہ Psychokinesis کو سائنس دان نہیں مانتے، حضور نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض سائنس دان نہیں مانتے مگر دوسرے سائنس دان مانتے ہیں۔ یہ ایک سائنٹفک حقیقت ہے تاہم احمدی سائنس دانوں کو چاہئے کہ خود اس پر تجربات کریں اور سائنٹفک بنیادوں پر اس کو ثابت کریں۔

Psychokinesis سے مراد ہے کہ ذہنی و نفسیاتی طاقت (Energy) سے مادہ (Matter) کو متاثر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ذہنی توجہ سے اور ذہن کی طاقت سے بغیر مادی طاقت استعمال کئے ٹھوس مادی چیزوں میں حرکت پیدا کی جا سکتی ہے، ان کو توڑا جا سکتا ہے یا ان کی شکل تبدیل کی جا سکتی ہے۔ وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس علم کو تسلیم کیا ہے اور الہامی بنیاد پر اس کا نام عمل الترب رکھا ہے (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)۔ بعض احمدی احباب Psycho-kinesis کا مشاہدہ کر چکے ہیں اور بعض خود صاحب تجربہ ہیں۔ اعلان ھذا کے ذریعہ تمام احمدی احباب خصوصاً سائنس دانوں اور دلچسپی و تجربہ رکھنے والے دوستوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ اپنے سابقہ مشاہدات اور تجربات خاکسار کو بھجوائیں۔ نیز احمدی ماہرین اور سائنس دان اس سلسلہ میں مزید تجربات کریں۔ اس کا ریکارڈ رکھیں اور خاکسار کو بھجوائیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات احباب کی دلچسپی کا موجب ہو گی کہ اس وقت دنیا بھر میں Psychokine-sis میں صرف ماہرین نفسیات ہی نہیں ماہرین نباتات اور ماہرین طبیعات بھی بڑے انہماک سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ مرکز میں متعلقہ معلومات "ادارہ تحقیق عمل الترب" جمع کر رہا ہے۔

(وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ۔ برائے "ادارہ تحقیق عمل الترب")

متقیوں کی جماعت اور مقام امین

اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ وقت کو مومنین اور متقین کی جماعت کے لئے بطور ڈھال بنایا ہوتا ہے

خلیفۂ وقت کو اللہ تعالیٰ خود اپنی راہنمائی میں ایسی تدابیر بتاتا ہے کہ جس کے نتیجہ میں جماعت مقام امین کے اندر ہی رہتی ہے

آپ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مقام امین کا انتظام کیا ہے اور ایک تدبیر اس کے لئے یہ کی ہے کہ آپ کو خلافت کی نعمت عطا کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ہمیشہ شکر کرتے رہو

(۷/اپریل ۱۹۶۸ء کو جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت کے اختتامی اجلاس میں سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا ولولہ انگیز خطاب)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج شوریٰ کی کارروائی کے لئے دو اجلاس رکھے گئے تھے لیکن چونکہ جو مشورے یہاں کئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں کام وقت سے پہلے ختم ہو گیا ہے اس لئے میں اس وقت دوستوں کے سامنے بعض باتیں بیان کرنے کے بعد دعا کراؤں گا اور شوریٰ کی کارروائی اس دعا پر ختم ہو جائے گی۔

تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت

آپ دوست اور بھائی جس جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ جماعت اللہ تعالیٰ کے منشاء اور ارادہ اور تصرف کے ماتحت متقیوں کی ایک جماعت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبدالحکیم (جو مرتد ہو گیا تھا) کے اس اعتراض کے جواب میں کہ "صرف مولوی نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے ہیں اور ایسے ہیں"۔

(الذکر الحکیم نمبر ۴ صفحہ ۶)

اگر یہ اعتراض درست ہو تو یہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جڑوں کو کاٹنے والا ہے اور اس کا یہ مطلب ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعویٰ کیا تھا کہ میں اس غرض کے لئے مبعوث ہوا ہوں کہ میں تقویٰ شعار لوگوں کی ایک جماعت جمع کروں اس میں آپ (نعوذ باللہ) ناکام ہو گئے۔ چنانچہ اس اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ بہتر خیال کرتا ہوں۔ اور...... ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ دست بردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں"۔

(الذکر الحکیم نمبر ۴ صفحہ ۱۷)

اسی طرح ایک دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:

"یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو"۔

(اشتہار ۴/مارچ ۱۸۸۹ء مشمولہ تبلیغ رسالت جلد اول)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

"میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں

ایک پاک تبدیلی بخشے گا"۔
(اشتہار ۴ رمارچ ۱۸۸۹ء مشمولہ تبلیغ رسالت جلد اول)

پس یہ وہ متقیوں کی جماعت ہے جس کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ دوست یہاں تشریف لائے اور ان مشوروں میں دعاؤں کے ساتھ آپ نے حصہ لیا۔

متقیوں کے گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ وہ مقام امین میں ہوتے ہیں امن کے مقام میں اللہ تعالیٰ انہیں رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ ان کے سب خطروں اور ابتلاؤں کے وقت ان کی مدد کرتا، ان کی راہنمائی کرتا اور ان کی ہدایت کے سامان مہیا کرتا اور صبر کو ان کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مقام امین کو پیدا کرنے کے لئے علاوہ اور تدابیر کے جو اس اسباب کی دنیا میں وہ کرتا ہے یہ تدبیر بھی کرتا ہے کہ ان متقیوں کے گروہ کو نبوت کے بعد خلافت کی ڈھال عطا کرتا ہے اور خلافت کے متعلق قرآن کریم میں ایسی آیات پائی جاتی ہیں جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کا تقرر خواہ کسی رنگ میں متقی کریں دراصل وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہوتا ہے اس کے علاوہ بھی وہ خلفاء کو یہ تسلی دیتا ہے کہ تم میرے مقرر کردہ خلیفہ ہو اور میری مدد تمہارے شامل حال ہے۔

خلافت کی ڈھال

ایک عرصہ ہوا کہ جماعت کے ایک احمدی دوست نے مقام خلافت کے خلاف میرے متعلق اس رنگ میں باتیں کیں جن کے نتیجے میں مجھے بڑا دکھ پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے اظہار کے لئے ایسے سامان پیدا کئے جو دعا کی کیفیت ایک مومن پر اس وقت وارد ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرنا چاہے وہ کیفیت میرے پر وارد ہوئی اور میری روح بہہ کر اپنے رب کے آستانہ پر جھکی اور میں نے یہ دعا کی (غالباً دن کا دس اور گیارہ کے درمیان کا وقت تھا۔ ظاہر میں میں اور کام بھی کر رہا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری روح اپنی پوری توجہ اور پورے تذلل اور پورے انکسار اور پوری عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے آستانہ پر جھکی ہوئی تھی) کہ اے میرے رب تو جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھے کتنا دکھ پہنچایا ہے لیکن میں اس کے لئے کوئی بددعا کرنا نہیں چاہتا۔ میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ تو اسے سزا دے۔ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے تسلی دے۔ قریباً دواڑھائی گھنٹے کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے پر شوکت مگر محبت بھرے الفاظ میں مجھے یوں مخاطب کیا:

"یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ"

اور جہاں اس نے ان الفاظ میں اپنی محبت کا اظہار کیا وہاں مجھے یہ بھی بتایا کہ ایک پہاڑوں سے زیادہ مضبوط اور پرندوں سے زیادہ بلند پرواز جماعت کا تمہیں امام اور ڈھال بنایا گیا ہے۔

اس کے بعد میری روح اور میرے دل نے جو سکون حاصل کیا اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے امام وقت کو خلیفۂ وقت کو مومنین اور متقین کی جماعت کے لئے بطور ڈھال بنایا ہوتا ہے ایسے رنگ میں کہ حقیقت یہی ہے کہ دیکھنے والا صرف ایک کو دیکھتا ہے یا صرف ایک چیز کو دیکھتا ہے۔ اگر ڈھال کا لفظ ہی استعمال کرنا ہے تو وہ ڈھال ہوتا ہے اور متقیوں کی ساری جماعت اس ڈھال کے پیچھے ہوتی ہے اور نظر نہیں آتی۔ کشفی رنگ میں یا خواب اور رؤیا صالحہ میں لوگوں کو یہ نظارے دکھائے جاتے ہیں کہ صرف امام دکھایا جاتا ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ جماعت جن کی اسے ڈھال بنایا گیا ہے وہ اس کے پیچھے ہے اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جو مقام اس کا ہے وہی ان سب کا ہے۔ ایک ہی وجود اور ایک ہی جسم وہ بن جاتے ہیں چنانچہ اس ضمن میں میں ایک خواب آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

دو خوابیں اور ان کی تعبیر

افریقہ میں ایک دوست نے ۲۳ رمارچ کو ایک خواب دیکھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"ایک دن خاص دعا کر کے سویا تو خواب میں دیکھا کہ حضور سمندر کے کنارے کھڑے ہیں اور سمندر سے بیشمار طوفانی لہریں اٹھ کر آپ کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ حضور کے ساتھ صرف چند احباب ہیں ان میں سے بعض احباب پانی کی زد سے بچنے کے لئے ادھر ادھر چھلانگ رہے ہیں مگر حضور اپنی جگہ بدستور کھڑے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا کہ اے سمندر! تمہیں معلوم نہیں کہ تیرے کنارے تیرے پیدا کرنے والے کے دین کا حامی اور مددگار کھڑا ہے۔ حضور کا یہ کہنا تھا کہ لہریں بالکل خاموش ہو جاتی ہیں اور چند لمحات کے بعد سیدی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہنستے ہنستے تشریف لاتے ہیں اور آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آپ کو شاباش دیتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے"۔

ان کو میں نے یہ تعبیر لکھی کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ جو چند آدمی انہوں نے خواب میں میرے ساتھ دیکھے ہیں وہ کمزور ایمان والے ہیں۔ اس لئے انہوں نے دیکھا کہ سمندر کی لہروں سے بچنے کے لئے ادھر ادھر چھلانگ رہے ہیں۔ لیکن مخلصین کی اکثریت نہیں دکھائی گئی، نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ وہ امام کی ڈھال کے پیچھے اور اس کے وجود کے اندر تھی۔ خلیفۂ وقت کو اللہ تعالیٰ خود اپنی راہنمائی میں ایسی تدابیر بتاتا ہے کہ جس کے نتیجہ میں جماعت مقام امین کے اندر ہی رہتی ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ چنانچہ قرآن کریم کی تعلیم کی طرف متوجہ کرنا اور وقف عارضی کی جو تحریک ہے جس وقت میں نے اعلان کیا تھا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت میرے ذہن میں یہ چیز نہیں تھی کہ یہ اتنی اہم چیز ہے اور یہ اس طرح وسعت اختیار کر جائے گی۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت میرے دماغ نے یہ سوچا تھا کہ شاید چالیس پچاس آدمی مجھے اس تحریک میں مل جائیں اور میں کام شروع کر دوں لیکن پہلے ہی سال چالیس پچاس نہیں (جو میرے دماغ نے سوچا تھا) بلکہ کئی ہزار (جو میرے رب نے چاہا) آدمی مجھے دے دئے۔ اس طرح اب تسبیح اور تحمید اور درود پڑھنے کی طرف جماعت کو جو میں نے متوجہ کیا ہے میرے اس اعلان کے بعد جو باہر سے خطوط آرہے ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ اس وقت جماعت کو مقام امین میں رہنے کے

لئے ضروری تھا کہ وہ تسبیح و تحمید اور درُود کی طرف متوجہ ہو اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلہ میں خوابیں بھی دیکھی ہیں۔ چنانچہ ایک خواب میں اس وقت آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔ یہ دوست لکھتے ہیں کہ :

رؤیا میں ایک بزرگ جو پردہ میں ہیں مجھے فرماتے ہیں کہ آپ کے خلیفہ صاحب نے جو یہ حکم جماعت کو دیا ہے کہ یکم محرم سے پورا ایک سال سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، بڑی عمر کے دو صد دفعہ روزانہ پڑھیں، پندرہ سے پچیس سال تک کی عمر کے نوجوان ایک صد دفعہ روزانہ اور بچے کم و بیش پڑھیں اس کا کیا فائدہ ہے۔ میں ابھی سوچ میں ہی تھا کہ وہ بزرگ ہی جواباً مجھے فرماتے ہیں اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ساری جماعت ایک قلعہ میں محفوظ ہو جائے گی، اتنا سوراخ بھی نہ رہے گا کہ جہاں سے شیطان گھس سکے یعنی شیطان کسی فرد کو بھی گمراہ نہ کرنے پائے گا۔ قلعہ کی شکل جو مجھے دکھائی گئی وہ آہنی تھی۔ ضرورت پر دروازہ کھولا جا سکتا تھا اور دیوار زمین سے آسمان تک دکھائی گئی۔

روحانی برکات کا چشمہ

غرض اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت پر بڑا ہی فضل کیا ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت کی توفیق عطا فرمائی اور آپ کی دعاؤں کا ہمیں وارث بنایا اور آپ کے بعد خلافت کی ڈھال ہمیں عطا کی اور اس خلافت کا خود ہی حامی اور مددگار ہوا۔ اور جماعت کی بھاری اکثریت کو یہ توفیق عطا کی کہ وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کریں اور جسمانی اور روحانی برکات سے فائدہ اٹھائیں۔

میرے پاس تو وہ الفاظ نہیں کہ میں اپنے رب کا شکر ادا کر سکوں کہ میں اپنی حقیقت کو خدا کے بعد سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور ایک ذرہ ناچیز کے سوا میں نے کبھی اپنے کو کچھ نہیں پایا لیکن خدا جو قادر مطلق خدا ہے اس نے اس ذرہ ناچیز کو انگلیوں میں پکڑ کر اسے اپنے ارادہ اور منشاء سے جس طرح چاہا ویسا بنا دیا اور جماعت کے لئے تقویت کا سامان پیدا کیا اور جسمانی اور روحانی برکات کا ایک چشمہ ان کے لئے اس نے جاری کیا۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں ہزاروں دعاؤں کو جماعت کے لئے قبول کیا۔ بعض دفعہ میرے خیال یا ارادہ یا خواہش ہی کو دعا سمجھا اور اسے پورا کر دیا۔ ایسے معجزانہ رنگ میں اپنی قدرت نمائی کا انتظام کیا کہ ان چیزوں کے جو غیر مسلم ماہر ہیں انہیں بھی حیرانی میں ڈال دیا اور جماعت کے دل میں اس قدر بشاشت پیدا کی کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کئی دفعہ جب میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر پیار پیدا کیا ہے اور خود کس قدر پیار کرتا ہے اور میں اپنی کم مائیگی پر نگاہ ڈالتا ہوں تو میرا سر چکرا جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرتوں کی اس کے منشاء کے مطابق جب بارش ہو رہی ہو تو دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

غرض آپ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مقام امین کا انتظام کیا ہے اور ایک تدبیر اس کے لئے یہ کی ہے کہ آپ کو خلافت کی نعمت عطا کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ہمیشہ شکر کرتے رہیں اور ہمیشہ یہ دعا کرتے رہیں کہ انسان تو فانی ہے۔ آج نہیں تو کل میں نے اس دنیا سے گزر جانا ہے لیکن خدا ایسے سامان پیدا کرے کہ جماعت احمدیہ میں خلافت تا قیامت قائم رہے اور متقیوں کی یہ جماعت خلافت کی ڈھال کی حفاظت میں ہمیشہ رہے اور وہ پختہ دلی تعلق جو محبت اور پیار کا اور اخوت کا اور برادری کا ہے خلیفہ اور جماعت کے ایک وجود ہونے کا ہے، یہ شکل ہمیشہ قائم رہے۔

اللہ تعالیٰ نے خلافت کی برکت کے نتیجہ ہی میں تو آپ کے لئے ایسے سامان پیدا کئے کہ آپ میں سے کسی نے چند روپے کسی نے چند سو روپے ہی دئے تھے مگر حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو تحریک جدید کی جو سکیم خدا نے سمجھائی اس کے ذریعہ سے اور اس کے نتیجہ میں آج ساری دنیا میں احمدیت مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئی ہے۔

بین الاقوامی انداز فکر پیدا کریں

جب میں کہتا ہوں کہ دنیا کے ملک ملک میں جماعت مضبوطی سے قائم ہو گئی ہے تو اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں جماعت کی تعداد کثرت سے ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جن کے دل نور ایمان سے منور اور خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہیں۔ وہ خدا اور اس کے ہر حکم اور ہر اشارہ پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ خدا اور اس کے ہر حکم اور ہر اشارہ پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آج ان ممالک میں سے کسی ملک میں ایسے حالات پیدا ہوں کہ احمدیوں کو جان کی قربانی دینی پڑے تو سوائے چند ایک منافقوں کے سارے کے سارے اپنی جانیں احمدیت اور اسلام کے لئے قربان کر دیں گے۔ اس قسم کا پختہ ایمان ان کو عطا کیا گیا ہے۔ چونکہ اس وقت ہم ساری دنیا میں پھیل چکے ہیں۔ ہمیں اپنے فکر کے انداز کو بدلنا چاہئے اور بین الاقوامی نقطۂ نگاہ سے ہی ساری تدابیر کو سوچنا چاہئے۔ یعنی اگر ہم پاکستانی بچوں کی تربیت کا منصوبہ بنا رہے ہوں تو اس وقت بھی ہمارے ذہن میں یہ ہو کہ یہ منصوبہ ایسا تیار ہو رہا ہو کہ جس کا اثر ساری دنیا پر پڑے گا اور یہ ایک حقیقت ہے مبالغہ نہیں ہے۔ اگر ہم مستورات میں قرآن کریم کی تعلیم کو پھیلانے کی سکیم بنائیں یا بدرسوم کو مٹانے کی مہم جاری کریں تو اس کا تعلق صرف پاکستان کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا اثر دنیا کے ہر ملک میں پڑتا ہے اس لئے ہمیں ہر کام کے سوچنے کے وقت اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہم نے جو کام کرنا ہے جس نتیجہ پر پہنچنا اور پھر اس کی تکمیل کرنی ہے وہ صرف اس چھوٹی سی دنیا سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ تمام بنی نوع انسان سے اس کا تعلق ہے کیونکہ متقیوں کا یہ طائفہ کُل دنیا میں پھیل چکا ہے۔

اس وقت احمدیت مشرقی افریقہ کے ممالک میں پھیل چکی ہے اور مغربی افریقہ کے ممالک میں بھی موجود ہے۔ شمالی افریقہ میں احمدی جماعتیں موجود ہیں اور جنوبی افریقہ میں بھی۔ اٹلی میں بھی احمدی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں بھی احمدی ہیں، آسٹریا میں بھی احمدی ہیں، ہالینڈ میں بھی

احمدی ہیں، جرمنی میں بھی احمدی ہیں، ڈنمارک میں بھی احمدی ہیں، سویڈن میں بھی احمدی ہیں اور ناروے میں بھی احمدی ہیں۔ اور اب اس سال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کمیونسٹ ممالک میں احمدیت کی اشاعت کا سامان پیدا کر دیا ہے اور وہاں بعض لوگ احمدی ہو چکے ہیں اور بعض احمدیت کے قریب ہیں۔ ابھی ان لوگوں کو یہ وہم ہے کہ شاید حکومت عقیدہ کی تبدیلی پر ناراضگی کا اظہار نہ کرے لیکن جہاں تک میں نے حالات کا جائزہ لیا ہے یہ واقعہ نہیں اور ہو سکتا ہے کہ کسی وقت حکومت کی طرف سے جب یہ اعلان ہو جائے کہ مسلمانوں کے اندر اور (وہاں مسلمان کافی ہیں) یا دوسروں میں سے اگر کوئی مسلمان ہونا چاہے، مذہبی عقیدہ بدلے تو حکومت کو اس پر کیا اعتراض ہے۔ ہر شخص کے دل، اس کی روح، اس کے دماغ، اس کی فراست کا سوال ہے۔ اگر کسی چیز کو وہ سچا سمجھتا ہے تو سمجھے خصوصاً اگر وہ احمدی ہوں تو ایسی حکومتوں کو دوسروں کی نسبت ہم پر زیادہ اعتماد کرنا چاہئے کیونکہ ان کے شہری حکومت اور قانون وقت کے وفادار اس لئے ہیں کہ یہ ان پر قانونی پابندی ہے لیکن ایک احمدی اپنی حکومت اور حکومت کے قوانین کا دوہرا پابند ہے اس لئے بھی کہ قانون اس پر یہ پابندی عائد کرتا ہے اور اس لئے بھی کہ اسلام اس پر یہ پابندی عائد کرتا ہے۔ ہمارا تو آرٹیکل آف فیتھ (Article of Faith) ہمارے اعتقادات میں سے یہ ایک اعتقاد ہے کہ ہم نے حکومت وقت اور قانون ملک کی پابندی کرنی ہے۔ اور وفادار شہری بن کر زندگی گزارنی ہے۔ یہ علم اگر اور جب ان حکومتوں کو ہو جائے تو یقیناً وہ کسی کے احمدی ہونے پر اعتراض نہیں کریں گے۔ خواہ وہ وہاں کے عیسائیوں میں سے احمدی ہوں یا دہریوں میں سے ہوں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اپنے ایک فرقہ کو تبدیل کر کے دوسری جماعت میں داخل ہونے والا ہو۔

غرض یہ رَو وہاں بھی پہنچ گئی ہے۔ پھر انگلستان میں احمدی ہیں، امریکہ میں احمدی ہیں، کینیڈا میں احمدی ہیں، جنوبی امریکہ کے بہت سے ملکوں میں احمدی ہیں۔ افریقہ کے بہت سے ممالک میں احمدی ہیں اور اکا دکا تو غالباً ہر ملک میں ہوگا۔ مشرقی افریقہ کے قریباً ہر ملک میں احمدی ہیں۔ ساؤتھ افریقہ میں احمدی ہیں، ماریشس کے جزیرہ میں احمدی ہیں، فجی کے جزائر میں احمدی ہیں، انڈونیشیا کے جزائر میں بہت بڑی جماعتیں ہیں اور بڑی مخلص جماعتیں ہیں، بڑی قربانی دینے والی جماعتیں ہیں، بڑی فدائی جماعتیں ہیں۔ پھر سیلون میں احمدی ہیں۔ بھارت تو ہمارا مرکز ہی ہے۔ برما میں احمدی ہیں، چین میں احمدی ہیں، ہر دو حصوں میں (جہاں تک مجھے علم ہے) کون سا علاقہ ہے جہاں احمدی نہیں۔ تو اس وقت میرے مخاطب صرف آپ نہیں جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں بلکہ ساری دنیا کے احمدی اور ساری دنیا کی حکومتیں میری مخاطب ہیں۔ اکثر جگہ اس وقت تعصب سے کام نہیں لیا جاتا لیکن بعض ملکوں میں تبلیغ پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ یعنی اجتماعی تبلیغ پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ انفرادی کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ لیکن اس سے بھی بڑا یہ کہ تبلیغ کے جو دروازے آسمانوں سے کھولے جاتے ہیں ان کو ساری دنیا کی حکومتیں بھی مل جائیں تو روک نہیں سکتیں۔

اب ایک عرب ملک میں ایک احمدی ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں میرے والد فوت ہوئے۔ فوت ہوتے وقت انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ مجھے امام مہدی کے متعلق کچھ علم نہیں ہوا لیکن تمہیں علم ہوگا اور جب تمہیں علم ہو تم ان کی جماعت میں شامل ہو جانا اور میرا اسلام کہنا۔ ایک احمدی دوست سے اتفاقاً ملاقات ہوئی اور گفتگو ہوئی۔ اس پر وہ احمدی ہو گئے ان کے ساتھ ایک اور دوست تھے وہ بھی احمدی ہو گئے۔

آسمانی ہدایت کا دروازہ بند کرنا مشکل ہے

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے والد کو اللہ تعالیٰ نے کوئی اطلاع دی تھی۔ آپ ہی اپنی عقل کے ڈھکوسلے سے تو آدمی یہ بات نہیں نکال سکتا کہ میں امام مہدی سے نہیں ملا تم ملو گے اور تم اسے قبول کر لینا۔ پس جو آسمان سے ہدایت کا انفرادی دروازہ کھولا جائے کونسی حکومت اسے بند کر سکتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے قہر یا اپنی رحمت کے جلوہ سے گھائل کر دے دنیا کی کون سی طاقت ہے جو اس کے دل کی حالت کو بدل دے؟ زبان پر پابندی لگائی جا سکتی ہے، انگلیوں پر پابندی لگائی جا سکتی ہے، قلم کو بند کیا جا سکتا ہے، دل کی کھڑکیوں کو کون بند کر سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے یہ معجزات دکھانے شروع کئے ہیں۔ آسمان سے فرشتوں کے نزول کے ساتھ یہ رَو جاری کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا وہ دلوں میں داخل ہوتے اور ان کی کیفیت کو بدل دیتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۴۷

سے ہی نظام اتحادِ اسلامی مضبوط اور مستحکم ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے اس نظام میں کوئی رخنہ پیدا ہو تو پھر ہم کسی بھی طرف سے محفوظ نہیں۔ اور بالکل یہی صورت ہمیں آج دنیا کی نظر آتی ہے۔

غیر احمدی علماء اس آیت سے یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ جب جن یا شیطان آسمان کی طرف چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ایک شعلہ ان کے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر وہ شعلہ جب ان جنوں یا شیاطین کی پیروی میں جائے گا تو اس کا رخ یا سمت زمین سے آسمان کی طرف ہوگی۔ یعنی نیچے سے اوپر کی طرف جائیگا۔ کیونکہ ان علماء کے مطابق جن یا شیاطین زمین سے آسمان کی طرف چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جو شہاب کا نظارہ ہم دیکھتے ہیں وہ تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ شعلہ آسمان سے زمین کی طرف آتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیت بڑی صفائی سے ان علماء کے اس نظریہ کو جھوٹا قرار دے رہی ہے۔ اور جو کچھ تفصیل میں نے بیان کی ہے وہی اس آیت کا اصل منطوق ہے۔ اور یہ ایک زبردست حقیقت ہے جو قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے بیان کی تھی۔ کہ کیسے خدا تعالیٰ نے آسمانی آفتوں سے بچاؤ کی خاطر زمین کے گرد ایک مضبوط حصار قائم کر رکھا ہے۔ کہ بڑی بڑی بھاری چٹانیں بھی جب اس کرۂ ارضی میں داخل ہوتی ہیں تو اس قوت سے پارہ پارہ ہوتی ہیں کہ ان کا ذرّہ بھی زمین تک نہیں پہنچ پاتا۔

اسلام میں خلافت کا نظام

رقم فرمودہ: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے۔

خلافت کا مضمون موٹے طور پر مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم شدہ ہے۔ (۱) خلافت کی تعریف (۲) خلافت کی ضرورت (۳) خلافت کا قیام (۴) خلافت کی علامات (۵) خلافت کے اختیارات (۶) خلافت سے عزل کا سوال اور (۷) خلافت کا زمانہ۔ میں ان سب کے متعلق مختصر فقرات میں جواب دینے کی کوشش کروں گا۔ واللہ الموفق والمستعان۔

خلافت کی تعریف

سب سے اول نمبر پر خلافت کی تعریف کا سوال ہے یعنی یہ کہ خلافت سے مراد کیا ہے اور نظام خلافت کس چیز کا نام ہے؟ سو جاننا چاہئے کہ خلافت ایک عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی کے پیچھے آنے یا کسی کو قائم مقام بننے یا کسی کا نائب ہو کر اس کی نیابت کے فرائض سرانجام دینے کے ہیں۔ اور اصطلاحی طور پر خلیفہ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **اول** وہ ربانی مصلح جو خدا کی طرف سے دنیا میں کسی اصلاحی کام کے لئے مامور ہو کر مبعوث کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس معنی میں تمام انبیاء اور رسول خلیفۃ اللہ کہلاتے ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت میں کام کرتے ہیں اور انہی معنوں میں قرآن شریف نے حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ کو "خلیفہ" کے نام سے یاد کیا ہے۔ **دوم** وہ برگزیدہ شخص جو کسی نبی یا روحانی مصلح کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے اس کا قائم مقام اور اس کی جماعت کا امام بنتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے۔

خلافت کی ضرورت

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟۔ سو اس کے متعلق جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کی عمر محدود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تا کہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو تخم نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے اسے خدا تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ اس حد تک تکمیل کو پہنچانے کا انتظام فرماتا ہے کہ وہ ابتدائی خطرات سے محفوظ ہو کر ایک مضبوط پودے کی صورت اختیار کر لے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت کا نظام دراصل نبوت کے نظام کی فرع اور اس کا تتمہ ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا ﷺ حدیث میں فرماتے ہیں کہ ہر نبوت کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوتا ہے۔

خلافت کا قیام

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع اور اور اس کا تتمہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کو نبوت کی طرح اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تا کہ خدا کے علم میں جو شخص بھی حاضر الوقت لوگوں میں سے اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہو وہی مسند خلافت پر متمکن ہو سکے۔ البتہ چونکہ نبی کی بعثت کے بعد مومنوں کی ایک جماعت وجود میں آچکی ہوتی ہے اور وہ نبوت کے فیض سے تربیت یافتہ بھی ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ خلافت کے انتخاب میں مومنوں کو بھی حصہ دار بنا دیتا ہے تا کہ وہ اس کی اطاعت بجالانے اور اس کے ساتھ تعاون کرنے میں زیادہ شرح صدر محسوس کریں۔ اس طرح خلیفہ کا انتخاب ایک عجیب و غریب مخلوط قسم کا رنگ رکھتا ہے کہ بظاہر مومن انتخاب کرتے ہیں مگر حقیقۃً خدا کی تقدیر پوری ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر تصرف فرما کر ان کی رائے کو اہل شخص کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں ہر جگہ خلفاء کے تقرر کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ خلیفہ میں بناتا ہوں۔ اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق حدیث میں فرماتے ہیں کہ میرے بعد خدا اور مومنوں کی جماعت ابو بکرؓ کے سوا کسی اور شخص کی خلافت پر راضی نہیں ہونگے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی رسالہ الوصیت میں یہی نکتہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے خود حضرت ابو بکرؓ کو کھڑا کر کے مسلمانوں کی گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا اور حضرت ابو بکرؓ کی مثال پر خود اپنے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو خدا کی دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ ان حوالوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ گو بظاہر خلافت کے تقرر میں مومنوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے لیکن حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی ہے۔

خلافت کی علامات

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت کی علامات کیا ہیں جس سے ایک سچے خلیفہ کو شناخت کیا جا سکے؟ سو جاننا چاہئے کہ جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ برحق کی دو بڑی علامتیں ہیں۔ ایک علامت وہ ہے جو سورہ نور کی آیت استخلاف میں بیان کی گئی ہے یعنی:

﴿لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امناً. یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً﴾

یعنی "سچے خلفاء کے ذریعہ خدا تعالیٰ دین کی مضبوطی کا سامان پیدا کرتا ہے اور مومنوں کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے۔ یہ خلفاء صرف میری ہی عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے"۔ پس جس طرح ہر درخت اپنے ظاہری پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سچا خلیفہ اپنے اس روحانی پھل سے پہچانا جاتا ہے جو اس کی ذات کے ساتھ ازل سے مقدر ہو چکا ہے۔

دوسری علامت حدیث میں بیان کی گئی ہے جو یہ ہے کہ استثنائی حالات کو چھوڑ کر ہر خلیفہ کا انتخاب مومنوں کی اتفاق رائے یا کثرت رائے سے ہونا چاہئے کیونکہ گو حقیقۃً

تقدیر خدا کی چلتی ہے مگر خدا نے اپنی حکیمانہ تدبیر کے ماتحت خلفاء کے تقرر میں بظاہر مومنوں کی رائے کا بھی دخل رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ﴿یدفع الله و یابی المومنون﴾ یعنی نہ تو خدائی تقدیر ابو بکرؓ کے سوا کسی اور کو خلیفہ بننے دے گی اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت پر راضی ہوگی۔ پس ہر خلیفہ برحق کی یہ دوہری علامت ہے کہ (۱) وہ مومنوں کے انتخاب سے قائم ہو اور (۲) خدا تعالیٰ اپنے فعل سے اس کی نصرت اور تائید میں کھڑا ہو جائے اور اس کے ذریعہ دین کو تمکنت پہنچے۔ اس کے سوا بعض اور علامتیں بھی ہیں مگر اس جگہ اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

خلافت کی برکات

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے جس کے ذریعہ **آفتاب نبوت** کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ **ماہتاب نبوت** کے طلوع کا انتظام فرماتا ہے۔ اور الٰہی جماعت کو اس دھکے کے اثرات سے بچا لیتا ہے جو نبی کی وفات کے بعد نوزائیدہ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتا ہے۔ نبی کا کام جیسا کہ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے تبلیغ ہدایت کے ساتھ ساتھ مومنوں کی جماعت کی دینی تعلیم، ان کی روحانی و اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفہ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک مضبوط لڑی میں پروئے رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور اخلاص کے تعلقات کا روحانی مرکز ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یک جہتی اور باہمی تعاون کا زریں سبق سیکھتے ہیں اور خلیفہ کا وجود اس درس وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "من شذ شذ فی النار" یعنی جو شخص جماعت سے کٹتا ہے اور اس کے اندر تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ اپنے لئے آگ کا راستہ کھولتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء المهدیین" یعنی اے مسلمانو! تم پر تمام دینی امور میں میری سنت پر عمل کرنا اور میرے بعد میرے خلفاء کے زمانہ میں ان کی سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونگے۔ پس خلافت کا نظام ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جس کی ہر نوزائیدہ جماعت کو بھاری ضرورت ہوتی ہے نبوت کا نور جماعت کے سر پر جلوہ افروز رہتا ہے اور یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

خلافت کے اختیارات

اگلا سوال خلافت کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے۔ سو اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے بنیادی نکتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت ایک روحانی نظام ہے جس میں حکومت کا حق اوپر سے نیچے کو آتا ہے اور چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع ہے اور دوسری طرف شریعت ہمیشہ کے لئے مکمل ہو چکی ہے اس لئے جس طرح شریعت کے حدود کے اندر اندر نبوت کے اختیارات وسیع ہیں اسی طرح شریعت و سنت نبوت کی حدود کے اندر اندر خلافت کے اختیارات بھی وسیع ہیں یعنی ایک خلیفہ اسلامی شریعت کی حدود کے اندر اندر اور اپنے نبی متبوع کی سنت کے تابع رہتے ہوئے الٰہی جماعت کے نظم و نسق میں وسیع اختیارات رکھتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جمہوریت زدہ نوجوان اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ ایک واحد شخص کے اختیارات کو اتنی وسعت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہیے کہ **اول** تو خلافت کسی جمہوری اور دنیوی نظام کا حصہ نہیں بلکہ روحانی اور دینی نظام کا حصہ ہے جس کا حق خدا تعالیٰ کے ازلی حق کا حصہ بن کر اوپر سے نیچے کو آتا ہے اور خدا کا سایہ خلفاء کے سر پر رہتا ہے۔ **دوسرے** جب ایک خلیفہ کے لئے شریعت کی آہنی حدود معین ہیں اور نبی متبوع کی سنت کی چار دیواری بھی موجود ہے تو ان ٹھوس قیود کے ماتحت اس کے اختیارات کی وسعت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ نبی کے بعد خلیفہ کا وجود یقیناً ایک نعمت اور رحمت ہے اور رحمت کی وسعت بہر حال برکت کا موجب ہوتی ہے نہ کہ اعتراض کا۔ بایں ہمہ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ چونکہ خلیفہ کے انتخاب میں بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے اس لئے اسے تمام اہم امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرنا چاہیے۔ بے شک وہ اس بات کا پابند نہیں کہ لوگوں کے مشورہ کو ہر صورت میں قبول کرے لیکن وہ مشورہ حاصل کرنے کا پابند ضرور ہے تاکہ اس طرح ایک طرف تو جماعت میں ملی اور دینی سیاست کی تربیت کا کام جاری رہے اور دوسری طرف عام کاموں میں مشورہ قبول کرنے سے جماعت میں زیادہ بشاشت کی کیفیت پیدا ہو۔ لیکن خاص حالات میں "فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" کا مقام بھی قائم رہے۔ یہ ایک بہت لطیف فلسفہ ہے "وَلٰكِنْ قَلِيلاً مَا يَتَفَكَّرُونَ"۔

خلافت سے عزل کا سوال

جن لوگوں نے خلافت کے مقام کو نہیں سمجھا وہ بعض اوقات اپنی نادانی سے خلیفہ کے عزل کے سوال میں الجھنے لگتے ہیں۔ وہ دنیا کے جمہوری نظاموں کی طرح خلافت کو بھی ایک دنیوی نظام خیال کر کے حسب ضرورت خلیفہ کے عزل کا رستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک انتہا درجہ کی جہالت کا خیال ہے جو خلافت کے حقیقی مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے خلافت ایک روحانی نظام ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف کے ماتحت نبوت کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر قائم کیا جاتا ہے۔ اور گو اس میں مصلحت الٰہی سے بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے مگر حقیقۃً وہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت قائم ہوتا ہے اور پھر وہ ایک اعلیٰ درجہ کا الٰہی انعام بھی ہے۔ پس اس کے متعلق کسی صورت میں عزل کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا مگر منافق لوگ اسے اتارنا چاہیں گے لیکن تم اسے ہرگز نہ اتارنا" اس مختصر ارشاد میں خلافت کے بابرکت قیام اور عزل کی ناپاک تحریک کا سارا فلسفہ آجاتا

ہے۔ پھر نادان لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر باوجود اس کے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس کے عزل کا سوال اٹھ سکتا ہے تو پھر نعوذ باللہ ایک نبی کے عزل کا سوال کیوں نہیں اٹھ سکتا؟ پس حق یہی ہے کہ خلفاء کے عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے اور انبیاء کی طرح ان کے مزعومہ عزل کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا انہیں موت کے ذریعہ دنیا سے اٹھالے۔ خوب یاد رکھو کہ خلافت کے عزل کا سوال خلافت کے قیام کی فرع ہے نہ کہ ایک مستقل سوال۔ پس اگر یہ ایک حقیقت ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس نے بار بار اعلان فرمایا ہے اور جیسا کہ ہمارے آقا ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں صراحت فرمائی ہے تو عزل کا سوال کسی سچے مومن کے دل میں ایک لحہ کے لئے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلام تو اس ضبط و نظم کا مذہب ہے کہ اس نے دنیوی حکمرانوں کے متعلق بھی جو محض لوگوں کی رائے سے یا ورثہ کی صورت میں قائم ہوتے ہیں تعلیم دی ہے کہ ان کے خلاف سر اٹھانے اور ان کے عزل کی کوشش کرنے کے درپے نہ ہو" اِلاَّ اَنْ تَروا کُفرا بَوا حاً" (سوائے اس کے کہ تم ان کے رویہ میں خدائی قانون کی صریح بغاوت پاؤ)۔ تو کیا وہ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء اور نبی کے مقدس جانشینوں کے متعلق عزل کی اجازت دے سکتا ہے؟ هَيهَاتَ هَيهَاتَ بِمَا تُومَرُون.

خلافت کا زمانہ

بالآخر اس بحث میں خلافت کے زمانہ کا سوال پیدا ہوتا ہے سو ظاہر ہے کہ جب خلافت خدا کا ایک انعام ہے اور وہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے آتی ہے تو لازماً اس کے قیام کی دو ہی شرطیں سمجھی جائیں گی۔ اول یہ کہ خدائے حکیم و علیم کے علم میں مومنوں کی جماعت میں اس کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہوں اور دوسرے یہ کہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے اس کی ضرورت باقی ہو۔ اور چونکہ یہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ کے مخصوص علم سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے کسی دور میں خلافت کے زمانہ کا علم بھی صرف خدا کو ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نبوت کے متعلق فرماتا ہے " الله اعلم حيث يجعل رسالته" یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کے سپرد کرے گا۔ اور چونکہ خلافت کا نظام بھی نبوت کے نظام کی فرع ہے اس لئے اس کے لئے بھی یہی قانون نافذ سمجھا جائے گا جو اس لطیف آیت میں نبوت کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اب چونکہ 'حیث' کا لفظ جو اس آیت میں رکھا گیا ہے۔ عربی زبان میں **ظرف مکان اور ظرف زمان** دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اس لئے اس آیت کے مکمل معنی یہ بنیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ نبوت اور اس کی اتباع میں خلافت پر کس شخص کو فائز کرے اور پھر کس عرصہ تک کے لئے اس انعام کو جاری رکھے؟ پس جب تک کسی الٰہی جماعت میں خلافت کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود رہیں گے اور پھر جب تک خدا کے علم میں کسی الٰہی جماعت کے لئے نبوت کے کام کی تکمیل اور اس کی تخم ریزی کے نشوونما کی ضرورت باقی رہے گی خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اگر کسی وقت ظاہری اور تنظیمی خلافت کا دور دبے گا تو اس کے مقابل پر اسلام کی خدمت کے لئے روحانی خلافت کا دور ابھر آئے گا اور اس طرح انشاء اللہ اسلام کے باغ پر کبھی دائمی خزاں کا غلبہ نہیں ہوگا۔ ذالك تقدير العزيز العليم ولا حول و لا قوة الا بالله العزيز العظيم"

(بشکریہ ماہنامہ "الفرقان" ربوہ، مئی جون ۱۹۶۷ء)

بقیہ صفحہ ۲۳

سکوں۔ اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی تقدیر کام کر دیا کرتی ہے مگر جب ظلم سے ہاتھ کھینچنے کا انسان کو بس ہی نہ ہو، طاقت ہی نہ ہو تو وہ ظلم جو ہے وہ سوائے اس کے لئے ہمیشہ کی لعنت کے اور کچھ نہیں ہے۔ تو ایسی قوم سے ہمیں واسطہ پڑ رہا ہے جو ظلم سے ہاتھ کھینچنے کی اب طاقت نہیں رکھتی۔ اور بہت سے دانشور یہی بات لکھ رہے ہیں کہ احمدیوں کے متعلق جو انہوں نے قدم اٹھالئے ہیں اب ان میں توفیق ہی نہیں کہ وہ واپس کر سکیں۔

بے نظیر ہوں یا نواز شریف صاحب ہوں دونوں جب بھی آئے ایسے اقدامات کئے جس سے احمدیوں کے سلاسل اور زیادہ تنگ ہوتے چلے گئے اور زیر پا اُن کے آگ کو اور بھی زیادہ روشن کیا تو ایسی زنجیروں میں باندھا گیا ہے جس کے نیچے، قدموں کے نیچے آگ لگائی گئی ہے۔ یہ آگ جو اِن کے قدموں کے نیچے ہے اُن کے دلوں میں لازماً بھڑکائی جائے گی۔ یہ بے وقوف ہیں ان کو پتہ ہی نہیں کہ دنیا تو عارضی سی چیز ہے آج نہیں تو کل مرنا ہے اور ہمیشگی کی جہنم ان کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا کیونکہ یہ توبہ کے دروازے بند کر چکے ہیں۔ اگر توبہ کے دروازے کھلے رکھے ہوتے تو پھر ہماری دعائیں بھی ان کے کام آسکتی تھیں مگر توبہ کے دروازے تو بند کر بیٹھے ہیں۔

پس یاد رکھیں کہ **الله کی ثنا میں اس کے شکر کا حق ادا کریں اور شکر کے حق ادا کرنے میں ایک یہ بات بھی ضمناً داخل ہے اور لازماً داخل ہے کہ ہر قسم کے ظلم سے ہاتھ کھینچ لیں۔** اللہ احسان کر رہا ہو اور آپ اس کے شکر کا حق ادا کرتے ہوئے لوگوں پر ظلم کر رہے ہوں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تضادات ہیں۔ اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کفر فرمایا ہے۔ کفر کا مطلب ناشکری بھی ہے اور اللہ کا انکار بھی ہے تو **اپنی عادت بنائیں کہ کبھی ظلم نہیں کرنا کسی پہ۔ گھر میں ہو یا گھر سے باہر ہو۔ بیوی بچے ہوں یا اعزاء اور اقرباء ہوں یا غیر ہوں، ظلم کا تصور بھی احمدی کے ذہن میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔** کیوں؟۔ اگر اس کے ذہن میں ظلم کا تصور آجائے اور جگہ بنالے خواہ وہ کسی پر بھی ظلم ہو تو اسی حد تک اللہ اپنی نعمتوں سے ہاتھ اٹھالے گا۔ اور یہ کہنا کہ ہم شکر بھی ادا کر رہے ہیں، بہت قربانیاں دے رہے ہیں اور ساتھ ظلم بھی چل رہا ہو یہ دو چیزیں اکٹھی چل نہیں سکتیں، یہ ہو نہیں سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی بھی توفیق عطا فرمائے۔

ایک جو آخری حدیث اس ضمن میں میں نے رکھی ہوئی ہے جس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شکر، تقویٰ، طہارت کے متعلق بعض اقتباسات ہیں جو پیش کرنے ہیں مگر چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے اگلے خطبے میں اس باقی حدیث سے بات شروع کر کے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات پھر آپ کے سامنے رکھوں گا۔

زندہ باد غلام قادر شہید پائندہ باد

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے اور "قمر الانبیاء" حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے مکرم مرزا غلام قادر احمد صاحب ابن مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کو ایک مذہبی تنظیم کے بدنام زمانہ دہشت گرد مجرموں نے ربوہ کے قریب دریائے چناب کے پل کے پاس ۱۴/اپریل ۱۹۹۹ء کو دن دہاڑے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

شہید مرحوم کو احمد نگر کے پاس واقعہ ان کی زمینوں سے اغوا کیا گیا۔ مجرموں کی سازش بہت کمینی، بہت گہری اور نہایت خطرناک تھی جس کے بداثرات ساری جماعت احمدیہ پاکستان پر پڑ سکتے تھے۔ لیکن جیسا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/اپریل میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر سے اس شہادت کے نتیجہ میں جماعت کو بہت ہولناک ملک گیر فتنہ سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کو یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے بڑی جرأت اور بہادری سے ان دہشت گرد مجرموں کے ہر قسم کے تشدد کا بڑی سخت جانی سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کے منصوبہ کو ناکام کر دیا اور سڑک پر ان کی گولیوں کا نشانہ بننا قبول کر لیا۔ 'زیرایں موت است پنہاں صد حیات'۔ شہید مرحوم نے اپنے خون سے گویا ساری قوم کو زندگی بخش دی۔ اگرچہ یہ واقعہ بہت ہی دردناک اور دلوں پر ایک لرزہ طاری کر دینے والا ہے لیکن اس پہلو سے بلا شبہ یہ شہادت ایک غیر معمولی عظمت اور امتیاز کی حامل شہادت ہے اور جیسا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے فرمایا ہے "قیامت کے دن تک شہید کے خون کا ہر قطرہ آسمانِ احمدیت پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے گا"۔

مکرم صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد شہید کی ذات بہت سی ظاہری اور باطنی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ آپ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ، لائق، ذہین، محنتی، مخلص اور فدائی واقف زندگی تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ میں آپ کے پڑپوتے ہونے کے علاوہ اپنی والدہ محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ کی طرف سے بھی آپ کا رشتہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ اس طرح سے شہید مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے براہ راست پڑنواسے بھی ہیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ امتہ الناصر نصرت صاحبہ، حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہمشیرہ محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ سلمہا اللہ و مکرم سید میر داؤد احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ شہید مرحوم کی یہ قربانی ان کے اعلیٰ حسب و نسب کے بلند مقام کے شایان شان ایک غیر معمولی قربانی ہے۔

اے خدا! بر تربت او بارش رحمت ببار ☆ داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم
نیز مارا ازبلا ہائے زماں محفوظ دار ☆ تکیہ گاہِ ما توئی، اے قادر و ربّ رحیم

ہمیں یقین ہے کہ مسیح پاک اور آپ کے مقدس خاندان کے بزرگوں کے پاک اوصاف کا حامل یہ خون جو بہایا گیا ہے یہ بہت بارور ہو کر جماعت کو بڑھادے گا۔ مکرم مرزا غلام قادر احمد شہید نے تو اپنی جان نچھاور کر کے اپنے رب کے حضور ایک لازوال زندگی پالی ہے لیکن ظالم کا پاداش ابھی باقی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ معصوم، بے گناہ اور مظلوم احمدیوں کا صبر ظالموں پر ضرور ٹوٹے گا اور خدائے ذوالجلال ان سے شہید مرحوم کے ایک ایک قطرۂ خون کا حساب لے گا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوْانْتِقَام۔ ارشاد ربانی ہے "مَنْ يَقْتُلْ مُوْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءُ هٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا" (النساء:۹۴) اور جو (شخص) کسی مومن کو دانستہ قتل کردے تو اس کی سزا جہنم ہوگی۔ وہ اس میں دیر تک رہتا چلا جائے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور وہ اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لئے ایک بڑا عذاب تیار کرے گا۔

خوں شہیدانِ امت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پھول پھل لائے گی ، پھول پھل جائے گی

جہاں تک شہید مرحوم کا تعلق ہے تو ہم اپنے محبوب امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک الفاظ میں یہی کہتے ہیں :

"اے شہید تو ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہم سب آکر ایک دن تجھ سے ملنے والے ہیں۔
زندہ باد غلام قادر شہید! پائندہ باد"۔

مختصر سوانحی خاکہ

محترم صاحبزادہ صاحب ۲۱/ جنوری ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے ایبٹ آباد کے پبلک سکول سے میٹرک پاس کیا۔ وہیں سے ایف ایس سی اس شان سے پاس کیا کہ پشاور بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے بی۔ ایس۔ سی الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں امریکہ تشریف لے گئے اور جارج میسن یونیورسٹی ورجینیا سے ایم۔ ایس۔ سی کمپیوٹر سائنس کے اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ آپ نے چونکہ پہلے ہی سے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی تھی لہٰذا امریکہ سے کمپیوٹر کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے فوراً بعد مرکز سلسلہ ربوہ میں خدمتِ دین کے لئے حاضر ہو گئے اور تحریک جدید کے تحت جماعت احمدیہ میں پہلی بار شعبہ کمپیوٹر قائم کیا۔ اس طرح سے محترم صاحبزادہ صاحب مرکز سلسلہ ربوہ میں جماعتی نظام میں کمپیوٹر نظام کے بانی مبانی اور معمار اول ہیں۔ آپ نے ۱۹۸۹ء میں یہ جدید علم جماعت کی خدمت کے لئے نہایت محنت، عرق ریزی اور فنی مہارت سے استعمال کرنا شروع کیا اور مختلف شعبہ جات کے کمپیوٹر کے

پروگرام تیار کئے ان میں وصیت، وقف نو، امور عامہ، دعوت الی اللہ، مال اول، امانت تحریک کے شعبے شامل ہیں۔ ان کے علاوہ فضل عمر ہسپتال کے کچھ حصوں کا کام بھی آپ نے اعزازی طور پر کیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب جماعت احمدیہ میں پہلی بار قائم ہونے والی ایسوسی ایشن آف احمدی کمپیوٹر پروفیشنلز کے بانی سرپرست اور بانی چیئرمین بھی تھے۔ یہ ایسوسی ایشن حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی اجازت سے ۱۹۹۷ء میں قائم ہوئی۔ اور اس کے قیام سے اب تک آپ دونوں عہدوں پر فائز چلے آرہے تھے۔ یہ ایسوسی ایشن اپنے تین سالہ کنونشن کر چکی ہے اور خدا کے فضل سے فعال اور مستعد طور پر جماعتی خدمات بجالا رہی ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں مہتمم مقامی، مہتمم مال اور مہتمم تجنید کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

محترم صاحبزادہ صاحب کی خدمات کا ایک اہم اور روشن باب ربوہ میں بطور سیکرٹری وقف نو خدمات انجام دینا ہے۔ ربوہ میں محلوں کی سطح پر واقف نو بچوں کو منظم کرنے کا کام بہت کٹھن اور ذمہ داری کا تقاضا کرتا تھا۔ آپ نے ۳۲۰۰ واقفین نو کا کمپیوٹر پر ڈیٹا تیار کیا۔ ان کی ایک خاص کامیابی ربوہ میں زبانیں سکھانے والے ادارے کا قیام تھا جو دارالرحمت وسطی کی مسجد سے ملحقہ عمارت میں نہایت اعلیٰ خدمات بجالا رہا ہے جہاں ۸۰ سے زائد واقفین زبانیں سیکھ رہے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل آپ نے ربوہ کی سطح پر واقف نو بچوں کے مقابلوں کا اہتمام کیا۔ پہلے محلوں کی سطح پر مقابلے ہوئے پھر بلاکس کی سطح پر اور پھر آل ربوہ کی سطح پر بیت المہدی کے لان میں یہ مقابلے اختتام کو پہنچے جہاں پر میاں غلام قادر صاحب نے رپورٹ پیش کی۔

آپ کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی تھی۔ بڑی نرمی، سادگی اور آہستگی سے بات کرتے۔ نہایت محنتی، خاموش طبع اور دلنواز شخصیت کے مالک تھے۔ اور اس پر طبیعت کے بے تکلف اظہار نے آپ کے حسن و خوبی کو چار چاند لگادئے تھے۔ آپ کے پسماندگان میں چار کمسن بچے عزیزہ سطوت (بعمر نوسال) عزیزم کرشن احمد (بعمر سات سال) اور دو جڑواں بیٹے عزیزم محمد مفلح اور نورالدین (بعمر اڑھائی سال) بھی شامل ہیں۔

مکرم صاحبزادہ صاحب کی غیر معمولی عظمت رکھنے والی شہادت باعث ناز بھی ہے لیکن اس بہت سی خوبیاں رکھنے والے نہایت پیارے وجود کی جدائی کا غم اور صدمہ بھی بہت شدید ہے۔ اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا　　　اسی پر اے دل تو جاں فدا کر

ادارہ الفضل اس موقعہ پر اپنی طرف سے اور تمام قارئین الفضل انٹرنیشنل کی طرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، شہید مرحوم کے والدین، اہلیہ، بچوں، بہن بھائیوں اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ افراد سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام غمزدوں کو اپنی جناب سے صبر جمیل عطا فرمائے اور شہید مرحوم کے درجات کو بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

مسجدیں تو جتنی بنائی جا سکتی ہیں بناتے جانا چاہئے
کوئی جماعت ایسی نہ ہو جس کی اپنی مسجد نہ ہو

وہ جو خدا کے گھر کے دشمن تھے، خدا کے گھر کو مٹانے کے درپے تھے ان کے گھر ضرور مٹائے جائیں گے اور مٹائے جارہے ہیں

ظلم کا تصور بھی احمدی کے ذہن میں داخل نہیں ہونا چاہئے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۹۸ء بمطابق ۱۱ر فتح ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم — صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ کَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِلّٰهِ حَنِیْفاً. وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. شَاکِراً لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰهُ وَ هَدٰهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (النحل: ۱۲۱، ۱۲۲)

یہ آیات سورہ النحل کی ۱۲۱ویں اور ۱۲۲ویں آیات ہیں۔ ان کا تشریحی ترجمہ یہ ہے کہ ابراہیم یقیناً ایک امت تھا، ایسی امت جو ہمیشہ تذلل اختیار کرنے والا۔ امت کا لفظ تو کثرت سے لوگوں کے گروہ کے متعلق استعمال ہوا کرتا ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بڑی امت تھے۔ ان معنوں میں یہ ایک خوشخبری بھی تھی اور ایسی خوشخبری تھی جو کبھی کسی اور نبی کو اس رنگ میں عطا نہیں ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی امت بھی ابراہیم ہی کی امت ہے اور اس پہلو سے ابراہیم کی اپنی امت کا جو پھیلاؤ ہے دنیا میں وہ بھی بے شمار ہے۔ تو ان امور کو پیش نظر رکھیں تو امت کا ایک بیج تھا اس کا یہ معنی بنے گا۔ ابراہیم کے اندر ایک ایسی امت کا بیج تھا جس نے سب دنیا پہ چھا جانا تھا اور اس بیج نے سب سے زیادہ اعلیٰ درجے کی نشوونما حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ظہور کے ذریعے سے حاصل کرنی تھی۔

قَانِتاً ہمیشہ تذلل اختیار کرنے والا اللہ کی خاطر، اللہ کے حضور ہمیشہ بچھا رہنے والا۔ حنیفاً اس حد تک اللہ کی طرف جھکاؤ کہ اگر ایسے جھکاؤ والے کے قدم ڈگمگائیں بھی تو خدا ہی کی طرف گرے گا یعنی خدا سے ہٹ کر دوسری طرف گرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو قدم ڈگمگانے کا محاورہ ہے مراد یہ ہے کہ اس جھکاؤ کے ساتھ ہمیشہ رہا کہ جب بھی پناہ کی ضرورت پڑی، جب بھی سہارا ڈھونڈتا ہوا اللہ ہی کی پناہ لی، اللہ ہی کا سہارا ڈھونڈا۔ وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔ اب مشرک کی نفی اس سے بہتر الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ جو الفاظ اس سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق استعمال ہوئے ہیں اس میں ہر قسم کے شرک کی نفی ہے۔ اس پر اگر آپ غور کریں تو حیران ہوں گے کہ وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ میں ہر طرح کے شرک کی نفی شامل ہو گئی ہے اور ابراہیم کو ایک موحد بندے کے طور پر پیش کیا۔ اس کے نتیجے میں اس پر شکر واجب تھا اور یہی اس سے اگلی آیت بیان فرما رہی ہے۔ شَاکِراً لِّاَنْعُمِهٖ نعمتیں تو اس پر بے شمار تھیں اللہ کی، وہ ان سب نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اب جتنی بڑی نعمتوں کا ذکر گزرا ہے اس کا شکر بھی سوچیں کہ کتنا وسیع شکر ہو گا۔ کس گہرائی سے شکر ادا کیا گیا ہو گا اور کس وسعت کے ساتھ ہر نعمت کا تصور کر کے اس کا شکر ادا کرنا گویا کہ ساری زندگی اسی میں صرف ہو گئی۔ اِجْتَبٰهُ اللہ نے اسے چن لیا۔ شکرِ نعمت کا حق ادا کئے بغیر چننے کا سوال نہیں اور چنے بغیر شکرِ نعمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ چنتا ہی ان بندوں کو ہے جو نعمت کا شکر ادا کرنے کا حق ادا کرتے ہیں اور جو حق ادا کرتے ہیں ان کو مزید چن لیتا ہے تو گویا ایک لامتناہی سلسلہ اجتبیٰ کا ہے جو چلتا چلا جاتا ہے اور وہ راستہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ جتنا اللہ کا احسان بڑھتا چلا جائے اتنا شکر بڑھتا چلا جائے اسی قدر اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا اِجْتَبٰی کا فعل صادر ہوتا چلا جائے گا اس بندے کو مزید نیک ترقیوں اور بلندیوں کے لئے چن لے گا۔

چنانچہ اسی آیت کے آخر پر ہے وَ هَدٰهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اس کو ایک سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی ہے۔ حضرت ابراہیم تو صراط مستقیم پر تھے ہی یہاں اس مضمون کے سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ ایک جاری صراط مستقیم کا سلسلہ تھا جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ صراط مستقیم اس رستے کو کہتے ہیں جو بالکل سیدھا ہو اور سیدھا رستہ کبھی بھی کہیں ختم نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز جو ختم ہوتی ہے اس کے لئے ایک دائرے کی ضرورت ہے، خم کی ضرورت ہے اگر کسی چیز میں خم نہ ہو تو وہ لامتناہی ہو گی تو اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ میں یہ معنیٰ اس سیاق و سباق کے ساتھ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ایسے رستے پر چلا دیا نعمتوں اور شکر، نعمتوں اور شکر، نعمتوں اور شکر اور اس کے نتیجے میں اللہ کا اجتباء کرتے چلے جانا کہ یہ راہ جو تھی یہ صراط مستقیم تھی اس راہ پر کبھی بھی کوئی آخر نہیں آیا کرتا، مسلسل آگے بڑھنے والی، مسلسل آگے چلنے والی راہ ہے۔

اور دوسری آیت میں جو حضرت ابراہیم کے متعلق و فی الآخرة من الصٰلحين کا ذکر آتا ہے اس میں بھی دراصل اسی طرف اشارہ ہے کہ اس کی ہر آخرت صلاح کی آخرت تھی۔ اس کا ہر بعد میں آنے والا فعل نیکی کا فعل تھا۔ تو صرف دنیا ہی میں اس نے حسنات سر انجام نہ دیں، دنیا ہی میں نیکیوں پر نہیں چلا بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نیکیاں بھی اس کو عطا کیں اور ایسی صلاحیت عطا فرمائی، ایسی پاکیزگی عطا فرمائی جو دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی اس کے صالح ہونے کا اثر ان معنوں میں ظاہر ہوتا ہے جن معنوں میں یہ آیات بیان کر رہی ہیں کہ لامتناہی سلسلہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔

یہ آیات شکر کی آیات ہیں اور آج بھی میں شکر ہی کے مضمون پر کچھ امور بیان کرنا چاہتا ہوں اور ان کا سب سے اول تعلق تو جلسہ سالانہ قادیان سے ہے جو حال ہی میں گزرا ہے۔ اس جلسے کے متعلق میں نے یہ بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ اس کثرت سے نومبائعین جو ہندوستان کے رہنے والے نومبائعین تھے تشریف لائے اور دوسرے ہندوستانی اس کثرت سے تشریف لائے کہ ان کی تعداد ہر دوسرے جلسے سے بڑھ گئی سوائے اس جلسے کے جس میں میں شامل ہوا تھا۔ لیکن مجھے بعد میں توجہ دلائی گئی اور گھر میں ہی ہماری ایک بچی نے کہا کہ آپ کی بات اعداد و شمار کے لحاظ سے درست نہیں ہے کیونکہ ہندوستان کی جماعتیں آپ کے وہاں دورے کے وقت بھی اس کثرت سے شامل نہیں ہوئی تھیں اس لئے نیا ریکارڈ ہے یہ۔ یہ ایک نئی منزل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں لے جا کر کھڑا کیا اور آگے بڑھنے کے لئے کھڑا کیا ہے ہر منزل پر انسان تھوڑا سا دم لیتا ہے پھر آگے چل پڑتا ہے۔ تو واقعی یہ بہت گہری بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قادیان کے جلسے میں اس کثرت سے ہندوستانیوں کو شامل ہونے کی توفیق بخشی ہے جن میں بھاری اکثریت نومسلموں کی تھی کہ ایسی کثرت سے ہندوستانیوں کا کسی قادیان کے جلسے میں شریک ہونا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ جس جلسے میں میں شامل ہوا تھا، مجھے اللہ نے توفیق عطا فرمائی تھی اس وقت پاکستان سے بڑی بھاری تعداد احمدیوں کی اس میں شامل ہوئی تھی۔ اب کوئی بھی پاکستان سے وہاں نہیں جا سکا۔ وہ غالباً چھ سات ہزار تھے جو پاکستان ہی سے وہاں پہنچے ہوئے تھے اس کے علاوہ سب دنیا سے کئی ہزار، دو تین ہزار مہمان تشریف لائے ہوئے تھے جو اب صرف چند سو صرف تو اگر ان کا حساب نکال لیں تو بلاشبہ یہ جلسہ

ایک ریکارڈ جلسہ ہے۔ ایسا ریکارڈ کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اب ہمارے لئے نئے معیار مقرر فرمائے گا۔

اور اس کے ساتھ میری توجہ اس طرف بھی منتقل ہوئی کہ پاکستان میں کبھی کوئی جلسہ ایسا نہیں ہوا جس میں دس ہزار نو مبایعین شامل ہوئے ہوں۔ دس ہزار تو کیا ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کا مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھی پاکستان کے کسی جلسے میں اس کثرت سے نو مبایعین شامل ہوئے ہوں اور غیر احمدیوں کی تعداد بھی نسبتاً معمولی ہوا کرتی تھی۔ غیر مبایعین اور نو مبایعین کو ملا بھی لیں تو ربوہ کے جلسے میں دواڑھائی ہزار سے زیادہ ان کی تعداد نہیں ہوا کرتی تھی، زیادہ سے زیادہ اتنی تھی۔ تو اب قادیان کا جلسہ دیکھیں تو کتنا آگے بڑھ گیا ہے اللہ کے فضل کے ساتھ ربوہ کے مقابل پر اس کا بڑھنا ایک خوش خبری ہے کہ جس ربوہ کے یہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں اللہ ایسے ہزار ربوے اور پیدا کر دے گا۔

اور ربوہ کی تمہیں باتیں یاد ہیں اسوقت تم تو کچھ بھی نہیں تھے جب ربوہ پہ تمہیں قبضہ تھا اس وقت تو تمہاری کوئی حیثیت ابھی نہیں تھی۔ اب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کس کثرت کے ساتھ تمہارے لئے نئے انصار پیدا کر رہا ہے جو قَانِتاً لِلّٰہ نیکی کی راہوں پہ آگے بڑھیں گے۔ اور حضرت ابراہیم کے ساتھ جو خدا کا وعدہ تھا اور جو سلوک فرمایا گیا وہی سلوک ہے اب جو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے مقدر میں آچکا ہے اور دنیا کا کوئی دشمن بھی اسے ہم سے کھینچ کے چھین نہیں سکتا۔

اب ان لوگوں کی پھبتیاں اور تعلیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ ابھی تک بعضوں کے خط آتے ہیں کہ بڑا افسوس ہو رہا ہے کہ پتہ نہیں کیا ہو گا وہاں۔ ان کو یہ نہیں پتہ کہ خدا کیا کر رہا ہے وہ تو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کس طرح مقابلے کر رہی ہے ان کے اور کس طرح ان کو نامراد کر رہی ہے کوئی بھی ان کی حیثیت باقی نہیں رہی۔ آگ ہے جو سینوں میں لگی ہوئی ہے اس کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہیں رہا۔

اب شکر کے تعلق میں ہی میں بعض احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور انہی احادیث سے سبق لیتے ہوئے اب ہندوستان کے نو احمدیوں کے شکر کا طریقہ آپ کو بتاتا ہوں۔ سب سے پہلی حدیث تو بندوں کے احسان سے تعلق رکھنے والی ہے۔ عن اسامة بن زيد رضی الله تعالیٰ عنهما۔ حضرت اسامہ بن زید رضی الله تعالیٰ عنهما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو اور وہ احسان کرنے والے کو کہے کہ اللہ تجھے اس کی جزائے خیر اور اس کا بہترین بدلہ دے تو اس نے ثنا کا حق ادا کر دیا۔ (ترمذی كتاب البرّ والصلة باب فی ثناء بالمعروف)۔ اب یہ وہ حدیث ہے جس کا تعلق محض بندوں کے احسان سے ہے کیونکہ خدا کو تو نہیں انسان کہا کرتا کہ جزاك الله احسن الجزاء ۔ اے اللہ تجھے اللہ جزا دے اس لئے اس حدیث کا کوئی اور معنی ممکن ہی نہیں ہے سوائے اس کے کہ بندوں کا معاملہ بندوں کے ساتھ ہو۔

قَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَآءِ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق ہی ادا نہیں کیا بلکہ بہت مبالغہ کیا ثنا میں۔ مبالغہ ان معنوں میں کہ جہاں تک ثنا ممکن تھی وہ اس نے کر دی اس لئے جب آپ کہتے ہیں جزاك الله خیرا کہ اللہ تجھے بہترین جزا دے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بعض لوگ اپنی حماقت سے یہ سمجھتے ہیں کہ مقابل پہ دیا تو ہمیں کچھ بھی نہیں اور جزاك الله کہہ کے، بعض لوگ کہتے ہیں ٹرخا دیا۔ بہت ہی بے وقوف ہیں یہ خیال کر لینے والے کیونکہ بندہ کیا دے سکتا ہے آخر۔ آپ جتنا بھی اس کے لئے کچھ کریں وہ زیادہ سے زیادہ جو دے گا پھر بھی اپنے بندے کے احتیاج کے مطابق دے گا۔ وہ خود محتاج ہے اس کا ایک محدود دائرہ ہے اس سے بڑھ کر وہ آپ کو کچھ عطا کر ہی نہیں سکتا۔ تو وہ لوگ جو عطا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایک پہلو سے بدلہ اتار بھی دیتے ہیں مگر جب بدلہ اتار دیا جائے تو دونوں کے درمیان جو محبت اور مودّت کا رشتہ ہے وہ عملاً منقطع ہو جاتا ہے۔

ایک انسان سمجھتا ہے میں نے اس کے لئے کچھ کیا تھا دوسرا کہتا ہے میں نے اس کے لئے کر دیا اور جب بھی کوئی وقت پڑے تو کہہ دیتے ہیں دیکھو میں نے تمہارا بدلہ اتار دیا تھا اور جتنا تم نے کیا تھا اس سے زیادہ دیا تھا تو بات وہیں ختم ہو گئی۔ لیکن جَزَاكَ اللّٰهُ خَیْراً کے اوپر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَآءِ اس سے بڑھ کر وہ اس کی ثنا اور کیا کر سکتا تھا کہ اپنے احسان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ جزا کی دعا دی جائے تو دل کی گہرائی سے دینی چاہئے اور اگر دل کی گہرائی سے یہ دعا اٹھے تو اس سے بہتر کسی احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا۔ کیوں؟۔ اس دعا کو پھر اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ اور دل کی گہرائی سے تبھی اٹھ سکتی ہے اگر انسان کے اندر احسانمندی کا جذبہ ہو، اگر انسان کے اندر احسان کو قبول کرنے اور اس پر خوش ہونے اور تھوڑے سے کو بہت زیادہ سمجھنے کا جذبہ ہو تبھی دل کی گہرائی سے دعا اٹھ سکتی ہے۔

تو تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے اس میں بڑا گہرا سبق ہے۔ **اپنے روزمرہ کے معاملات کو آپس میں درست کریں اور احسان کا جو بدلہ اللہ تعالیٰ چاہتاہے کہ آپ بہترین رنگ میں ادا کریں وہ دعا کے ذریعے ہے اور ایسی دعا کے ذریعے جس سے بڑھ کر پھر دعا ممکن نہیں ہے۔** لیکن ایک شرط ہے اس کے ساتھ وہ یہ ہے کہ اگر آپ اپنی طرف سے کچھ دے سکتے ہوں تو وہ دینے کے علاوہ یہ دعا دیں۔ دو باتیں ہیں، دے کر انسان سمجھے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے اور پھر اللہ کی طرف معاملہ لوٹا دے کہ اے اللہ اس کو اتنا دے کہ جو میرے تصور میں بھی نہیں آسکتا یا اس کے تصور میں بھی نہیں آسکتا تو یہ ایک لامتناہی شکر کا سلسلہ ہے جو چلتا چلا جاتا ہے۔ یہ وہ صراط مستقیم ہے شکر کی جس کا ذکر حضرت ابراہیم کے سلسلے میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اگلی حدیث وہ ہے جو بہت گہری ہے اور مختلف معانی رکھتی ہے۔ بندوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور اللہ کے احسانات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جتنا میں نے اس پر غور کیا ہے اتنا ہی زیادہ میں اس کے مختلف معانی میں کھویا گیا ہوں اور مشکل محسوس کرتا ہوں کہ ان سب معانی کی طرف آپ کو متوجہ کر سکوں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے تھوڑے سے کلام میں بے انتہا معانی مضمر ہوا کرتے ہیں اور یہ وہ حدیث ہے جس کا تعلق بیک وقت انسانوں کے احسان سے بھی ہے اور اللہ کے احسانات سے بھی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جسے کوئی چیز عطا کی جائے۔ اب دیکھیں مجہول رکھا ہے اس کو مَنْ اُعْطِیَ عَطَآءً صاف پتہ چل رہا ہے کہ اس میں دونوں امکانات کو مد نظر رکھا گیا ہے چیز بندے کی طرف سے عطا کی جائے یا اللہ کی طرف سے عطا کی جائے تو یہی چابی ہے اس بات کی کہ آگے جتنے مضامین چل رہے ہیں وہ بندوں اور خدا دونوں کی طرف منسوب ہونگے۔ جب اللہ کی طرف منسوب ہونگے تو پھر اس کے معنے بہت زیادہ وسیع اور گہرے ہوتے چلے جائیں گے جسے کوئی چیز عطا کی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا بدلہ دے، ان معنوں میں اُعْطِیَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْیُجْزَ بِهٖ اب یہاں ترجمہ کرنے والے نے یہ غلطی کی ہے کہ وَجَدَ کے مضمون کو آخر پہ رکھا ہے حالانکہ یہ فرمایا گیا فَوَجَدَ فَلْیُجْزَ بِهٖ اگر اسے توفیق ہو۔ وَجَدَ کا یہ معنیٰ ہے یہاں، اگر توفیق ہو تو اس کا بدلہ دے۔

اب اللہ کے بدلہ اتارنے کی توفیق ہی نہیں تو بندوں کے معاملے میں توفیق کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہے۔ مگر اللہ کے معاملے میں تو کوئی توفیق ہی نہیں ہے آپ کیسے توفیق پائیں گے کہ اللہ کا بدلہ اتاریں۔ تو یہ دو شاخہ معنیٰ چلتا چلا جا رہا ہے آگے فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ بِهٖ فَمَنْ اَثْنٰی بِهٖ فَقَدْ شَکَرَ۔ اب یہاں ایک محاورہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے جو عربی لغت میں اس طرح نہیں ملتا کہیں بھی۔ ثَنیٰ عَلَیْهِ کا مضمون تو ملتا ہے لیکن ثَنیٰ بِهٖ۔ اَثْنٰی بِهٖ کا جو صلہ ہے "ب" کے ساتھ یہ آپ کو کسی لغت میں کہیں نظر نہیں آئے گا اور یہ بات واضح کر رہی ہے کہ حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذہن میں عام معنوں سے ہٹ کر کچھ معانی ہیں اور یہی وہ پہلو ہے جو آج میں آپ کے سامنے خوب کھولنا چاہتا ہوں۔

فَلْیُجْزِ بِهٖ۔ جَزیٰ بِهٖ کا مضمون تو ہر لغت میں آپ کو مل جائے گا۔ کسی کو کسی چیز کی جزا دی جائے تو کہیں گے جَزیٰ بِهٖ یہ عام مضمون ہے۔ مگر یُثْنِ بِهٖ کہیں نظر نہیں آئے گا اور یہی وہ ثَنٰی بِهٖ ہے جس کا معنیٰ بہت وسیع ہے جس کے متعلق میں آج آپ کے سامنے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو یا توفیق نہ ہو تو یُثْنِ بِهٖ اگر میں بندوں کی بات پہلے شروع کرتا ہوں تو یہ نہیں فرمایا کہ اس کی تعریف کرو اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اس چیز کے ذریعے اس کا شکر ادا کرو جو تمہیں عطا کی گئی ہے۔ یہ مضمون عام مضمون سے بہت گہرا ہے۔ یُثْنِ بِهٖ کا صرف یہ مطلب بنے گا اس چیز کے ذریعے شکر عطا کرو جو تمہیں عطا کی گئی ہے۔ اس چیز کے ذریعے کیسے شکر ہوتا ہے اس کے بہت سے طریق ہیں جو اس حدیث میں اللہ کے تعلق میں تو سمجھ آجاتے ہیں، بندے کے تعلق میں فوری طور پر سمجھ نہیں آسکتے مگر غور کریں تو سمجھ آجائے گی۔

جو چیز تمہیں دی گئی ہے اس کو اگر لوگوں میں آگے بیان کرو اگرچہ دینے والا شکریے کا محتاج نہیں ہے اور دینے والے کا شکریے کا احتیاج اس کو اس قابل ہی نہیں رہنے دیتا کہ اس کا احسان کرنے والوں میں شمار ہو سکے۔ تو یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اسکی ثنا کرو کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ فرمایا اس چیز کو جو دیتا ہے اس کو آگے چلاؤ۔ اب کسی بندے کو کسی کی طرف سے کچھ ملتا ہے اگر وہ اس کو روک کے بیٹھ جائے تو یہ ثنا کا حق ادا نہیں کر رہا۔ بِهٖ کے معنے میں ادا نہیں کر رہا۔ اس چیز کو استعمال کر کے اس کا حق ادا کرو۔ اب یہ استعمال بھی کئی طریق سے ہے۔ ایک تو یہ کہ خود اپنے اوپر استعمال کرو، اپنے گھر والوں پر استعمال کرو، اپنے عزیزوں پر استعمال کرو جو ثابت کر دے گا کہ تمہیں وہ چیز پسند تھی۔ اگر استعمال ہی نہ کرو اور چھپا لو یا الگ پھینک دو تو یہ شکر کا حق ادا کرنے والی بات نہیں ہے۔

دوسرے لوگوں تک پہنچاؤ۔ اسی چیز کا فیض اسی طرح لوگوں تک پہنچاؤ جیسے تم تک کسی نے اس چیز کا فیض پہنچایا تھا تو یہ سارے معنے بِهٖ سے نکلتے ہیں اور عَلیٰ سے نہیں نکلتے جو عام طور پر ثنا کا صلہ ہے کیونکہ یہ دونوں مضمون بیک وقت چل رہے ہیں۔ اب میں صرف خدا کے تعلق میں یہ مضمون بیان کرتا ہوں۔

فَمَنْ اَثْنٰی بِهٖ فَقَدْ شَکَرَهٗ جس نے خدا کی عطا کردہ چیزوں کے ذریعے اللہ کا شکر ادا کیا یعنی ان سب چیزوں کو اس طرح بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے استعمال کیا جس طرح اللہ نے اس کو عطا کی تھیں

ان کو نہ چھپایا، نہ یہ ظاہر کیا کہ خدا نے خاص فضل مجھ پہ فرمایا ہے کیونکہ جب بھی اس بات کو چھپائے گا کوئی شخص تو ثنا کا حق جاتا رہے گا۔ تو مراد یہ ہے کہ جو بھی تمہیں عطا ہوا ہے اسے بیان بھی کرو اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو دکھا دو کہ اس طرح شکر ہوا کرتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اس کی بہت سی شاخیں ہیں مگر اتنا یاد رکھیں کہ شکر کی بحث چل رہی تھی یہاں آکر شکر کی تان ٹوٹی ہے فَقَدْ شَكَرَهٗ یہ ثنا کرے گا تو پھر شکر ادا ہو گا ورنہ شکر ادا نہیں ہو گا۔

فَمَنْ كَتَمَهٗ فَقَدْ كَفَرَهٗ. اور جو ان احسانات کو چھپائے گا فَقَدْ كَفَرَهٗ اس نے ناشکری کی (ابوداؤد کتاب الادب۔باب فی شکر المعروف) تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کو بکثرت بیان کرنا، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو استعمال کرنا، دوسرے بنی نوع انسان کے لئے احسان کے طور پر استعمال کر کے، یہ شکر ہے اور ان نعمتوں کو چھپا لینا کسی خوف سے، دنیا کے ڈر سے یا اور کسی بنا پر تا کہ ان کے پاس یہ چیزیں اکٹھی ہونی شروع ہو جائیں یہ ساری ناشکری کی قسمیں ہیں۔ پس اس مضمون سے یہ راہنمائی حاصل کرتے ہوئے میں اب قادیان کے جلسے کے تعلق میں ان نو مبایعین کے متعلق یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے جو یہ کہا تھا کہ ان سب نو مبایعین کو ہم دوبارہ جھونک رہے ہیں اسی راہ میں جس راہ سے ہمیں یہ عطا ہوئے تھے، یہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کئے تھے بہت سی باتوں کے پیش نظر جن کا ذکر میں ابھی کر چکا ہوں۔ ہم پر جو مظالم ہوئے، ظلم و ستم ہوئے، ہماری جو ناشکری کی گئی، ہم نے احسان پر احسان کئے اور اس کے مقابل پر ظلم پر ظلم دیکھے ان ساری باتوں کو اللہ تعالیٰ تو نہیں بھولتا، بندہ تو بھلا دیتا ہے اور شکر ادا کرنے والوں میں سب سے زیادہ شکر اللہ ادا کیا کرتا ہے اور اس کے شکر ادا کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ جتنا احسان کرتا ہے اس کو اور بھی بڑھا دیتا ہے اور اس دوڑ میں کوئی اللہ کو شکست نہیں دے سکتا۔ جتنا مرضی آپ کوشش کر کے دیکھ لیں کوئی چیز تو اللہ کو دے نہیں سکتے سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس کا شکر ادا کر سکتے ہیں مگر جتنا شکر ادا کریں گے وہ اور دیتا چلا جائے گا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے زیادہ تو شکر ادا کرنے والا کوئی دنیا میں پیدا ہوا، نہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے اللہ کے شکر ادا کرنے کے لئے ساری زندگی وقف کر دی اور اللہ تعالیٰ آپ کے مقام بڑھاتا چلا گیا۔ ناممکن تھا کہ اللہ کا شکر ادا کر کے اللہ کو آپ تھکا دیتے اور ناممکن تھا کہ خود بھی تھک جاتے کیونکہ زندگی بھر آپ تھکے نہیں شکر ادا کرتے کرتے اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جزا جو اس دنیا میں عطا ہونی تھی، جس حد تک ہونی تھی اس کے علاوہ اللہ نے اس کو لامتناہی کر دیا اگلی دنیا کے لئے۔ تو آئندہ دنیا میں جو خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بلند سے بلند تر درجات عطا فرماتا چلا جائے گا یہ اس شکر کا ہی نتیجہ ہیں جو زندگی بھر آپ نے ادا کیا۔ اب وہاں اللہ تعالیٰ کا شکر رسول اللہ ﷺ کیسے ادا فرمائیں گے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہ وہ ایسی دوڑ ہے جس میں شکر ادا کرنے والے نے ہارنا ہی ہارنا ہے اور اللہ نے جیتنا ہی جیتنا ہے۔

تو اس پہلو سے میں نے یہ گزارش کی تھی کہ اب ہمارا شکر یہ ہے کہ ان سب نو مبایعین کو دوبارہ اسی راہ میں جھونک دیں اور استعمال کریں۔ اس احسان کا بدلہ اتارا تو نہیں جا سکتا مگر شکر ادا کرنے کے طور پر کہ اللہ تو نے یہ نعمت ہمیں دی تھی اب یہ نعمت ہم تیری راہ میں خرچ کر رہے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ قادیان سے جتنی اطلاعیں ملی ہیں ان کی رو سے یہ نو مبایعین جو سیدھے سادے بندے ہیں زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں بلکہ کثرت ایسی ہے جو تعلیم یافتہ ہے ہی نہیں، وہ اس پیغام کو سمجھ گئے ہیں۔ میں حیران رہ گیا کہ دیکھو اللہ نے کیسی ان کو فراست عطا فرمائی ہے کہ قادیان سے جتنی بھی رپورٹیں مل رہی ہیں اس میں اس بات کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے کہ سارے باتیں کرتے ہیں آپس میں، ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ہم اس بات کو خوب سمجھ گئے ہیں، ہم شکر گزار بنتے ہیں اور بنیں گے اور جماعت نے جو ہم سے توقع کی ہے اس توقع کے مطابق ایسا شکر ادا کریں گے کہ ہندوستان کے کنارے گونج اٹھیں گے چنانچہ اب وہ یہ ارادے لے کر واپس گئے ہیں۔

تو ہم سے تو یہ وعدہ ابھی سے پورا ہو گیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ اَزِيْدَنَّكُمْ میں ان کے معیار کے بڑھنے کا بھی ذکر ہے کہ زِدْنَا کے معنے زیادہ کرنا ہے اور جب خدا شکر کے نتیجے میں زیادہ کرتا ہے تو اچھی باتیں زائد کیا کرتا ہے بُری باتیں زائد نہیں کیا کرتا۔ تو جس حال میں یہ لوگ آئے تھے اس سے بہت بہتر حال میں لوٹے ہیں یہ بھی اَزِيْدَنَّ کا وہ وعدہ ہے جو پورا ہو ہی گیا۔ اور اس کے بعد جو انہوں نے بڑھنا ہے اور ہندوستان میں پھیلنا ہے یہ اس کے بعد کی باتیں ہیں۔ تو وہی بات جو بارہا آپ کے سامنے بیان کی گئی ہے اور بیان کرتے ہوئے میں کبھی تھکتا نہیں وہ زِہْ والی بات ہے۔ ناممکن ہے کہ آپ اللہ کو ہرا سکیں اس معاملے میں۔ جبکہ انسان تو انسان کو بھی نہیں ہرا سکتا اس معاملے میں۔

وہ بادشاہ کا قصہ آپ نے بارہا سنا ہو گا لیکن نئی نسلیں بھی آتی رہتی ہیں اور یہ نو مبایعین بھی ضرور سن رہے ہونگے۔ ان سب کے لئے سارے ہندوستان میں انٹیناز لگے ہوئے ہیں اور یہ بات کو سنتے ہیں اور بڑی توجہ سے دیکھتے ہیں تو ان کے علم میں اضافے کے لئے یا ان کے لطف میں اضافے کے لئے میں دوبارہ پھر یہ بیان کر دیتا ہوں۔ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ جب بھی چلو اپنے ساتھ اشرفیوں کی تھیلیاں لے کے چلا کرو۔ کیونکہ جب کوئی چیز مجھے بہت پسند آئے اور میرے منہ سے "زِہْ" نکل جائے کہ واہ واہ کیا بات ہے تم فوراً ایک تھیلی اس کو دے دینا جس کے متعلق میں زِہْ کہوں۔ اسی طرح وہ بادشاہ بھیس بدل کر سفر کیا کرتا تھا کیونکہ وہ چاہتا نہیں تھا کہ لوگوں کو پتہ لگے کہ یہ بادشاہ ہے یا اسے مجھ سے کوئی توقع ہے عام سادہ باتوں میں کوئی اچھی بات کر دیں تو پھر میں زِہْ کہوں۔

ایک بوڑھا کسان درخت لگا رہا تھا اور درخت لگا رہا تھا کھجور کے اور تھا اتنا بوڑھا کہ بظاہر حالات اس کا اپنے لگائے ہوئے کھجوروں کا پھل کھانا ممکن نہیں تھا کیونکہ کھجور آٹھ نو سال میں عام طور پر پھل دیتی ہے اب جلدی پھل دینے والی بھی ایجاد ہو گئی ہیں مگر عموماً آٹھ نو سال کے بعد پھل دیا کرتی ہے۔ تو اگر وہ نوے سال کا ہو جس طرح کہ بیان کیا جاتا ہے کہ بہت ہی بوڑھا تھا تو لازماً بادشاہ کو یہ خیال گزرا ہو گا کہ یہ کیا فضول کام کر رہا ہے، پھل تو کھا نہیں سکے گا اپنی محنت کا۔ تو اس نے اس بڈھے سے کہا کہ دیکھو تم یہ کام کر رہے ہو جس کا پھل تم کھا نہیں سکو گے، کیا فائدہ؟ اس نے کہا ہمارے باپ دادے بڈھے ہوا کرتے تھے انہوں نے جو کھجوریں لگائی تھیں ان کا پھل میں کھا نہیں رہا!؟ کیا میں ایسا ناشکرا ہو جاؤں کہ ان کے احسان کا بدلہ اتارنے کی کوشش نہ کروں۔ یہ احسان کا بدلہ ان تک تو نہیں پہنچ سکتا مگر آنے والی نسلوں کو پہنچے گا پھر وہ کھجوریں لگایا کریں گے، اس سے اگلی نسلیں فائدہ اٹھایا کریں گی تو احسانات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو جاری ہو جائے گا۔

یہ اتنی پیاری بات لگی بادشاہ کو کہ اس نے کہا "زِہْ" سبحان اللہ، کیا بات ہے۔ اسی وقت وزیر نے ایک تھیلی اشرفیوں کی نکال کر اس کو پکڑا دی۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت! آپ تو کہتے تھے کہ کھجوریں نو سال کے بعد پھل لاتی ہیں میری کھجور نے تو ابھی پھل دے دیا ہے۔ آپ گواہ رہیں اس کے۔ "بادشاہ سلامت" تو نہیں اس نے کہا۔ ابھی تو چھپایا ہوا تھا، بیچ میں سے جانتا ہو گا ضرور کیونکہ بڑا ذہین بڈھا تھا۔ اس نے کہا میری کھجوریں تو ابھی دیکھیں دوبارہ پھل دے دیا ہے۔ یہ بات سن کر بادشاہ کے منہ سے پھر "زِہْ" نکل گیا۔ اسی وقت وزیر نے ایک اور تھیلی نکالی اور اسے پکڑا دی۔ اس نے کہا واہ واہ کھجوریں ایک سال میں پھل نہیں دیتیں یہاں تو ایک سال میں دو پھل دے دئے ہیں، کیسی رہی۔ پھر اس کے منہ سے "زِہْ" نکلا اور وزیر نے ایک تھیلی اور پکڑا دی۔ اور اس نے کہا بھاگو یہاں سے یہ بڈھا تو ہمارے خزانے لوٹ لے گا ایسا عقل والا بڈھا ہے کہ کچھ نہیں چھوڑے گا۔

اب اللہ تو ایسا بادشاہ نہیں ہے جس کے خزانے لوٹے جا سکیں۔ یہ ہے مضمون جس کے تعلق میں مجھے یہ روایت ہمیشہ یاد آ جاتی ہے اللہ کے خزانے تو کوئی بھی نہیں لوٹ سکتا، ختم کر ہی نہیں سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نہیں لوٹ سکے تو اب دنیا میں اور کون لوٹ سکے گا، لوٹے مگر ختم نہیں کر سکے۔ تو اسلئے میں ہندوستان والوں کو خصوصیت سے یہ پیغام دیتا ہوں اور پاکستان کے احمدیوں کو بھی یہی پیغام ہے جو شکوے شکایات ہیں تکلیفوں کے ان پر صبر کریں اور صبر کے ساتھ شکر کا مضمون یوں باندھا گیا ہے جیسے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ **آپ صبر کریں، آپ کے صبر کا پھل خدا ضرور دے گا وہاں بھی دے گا اور باہر تو بے شمار پھل لگ رہا ہے۔ اور ہم کبھی بھی نہیں بھولے اس بات کو کہ یہ خصوصیت کے ساتھ پاکستان کے مظلوموں کی قربانیاں ہیں جن کا پھل ساری دنیا کھا رہی ہے اور اس پھل کا اب ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ ضرور شکر ادا کریں گے اور اس کثرت سے ادا کریں گے کہ خدا کی تقدیر لمحہ لمحہ ہمارے لئے "زِہْ" کا لفظ استعمال کرتی چلی جائے گی۔**

اور ہر دفعہ جب خدا کا کلام ان معنوں میں ظاہر ہو گا کہ تم نے خوب کیا میں راضی ہو گیا تو اس کی بے شمار نعمتیں بھی ہم پر اتریں گی جن کا کوئی شمار ممکن نہیں ہے اور ہر نعمت کا شکر ہم پر واجب ہوتا چلا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ یہاں اَنْعُمِهٖ میں اگرچہ تمام کا لفظ استعمال نہیں ہوا مگر مضمون میں اَنْعُمِهٖ سے مراد ہر نعمت کا اور نعمت کے اندر اس کے بڑے ہونے کا بھی ذکر موجود ہے۔ یہ عربی محاورہ ہے کیونکہ اللہ کی نعمتیں تو ابراہیم پر تھیں ہی بے شمار۔ اِجْتَبٰهُ جب فرما دیا تو اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو یہ ساری باتیں اس مضمون میں داخل ہیں۔ نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہم پر فرض ہے اور ان شکروں کو ادا کرتے کرتے تھکنا نہیں ہے۔

اس سلسلے میں جیسا کہ میں نے گزشتہ دفعہ بھی ہندوستان کو نصیحت کی تھی ایک بات یاد رکھیں کہ ان کو مالی قربانی کی عادت ڈال دیں۔ **جتنے نئے آنے والے ہیں ان کو لازماً مالی قربانی کی عادت ڈال دینی چاہئے اور یہ پیغام تو سب دنیا کے لئے ہے۔** ہر ایک شخص جس کی اولاد کو خدا تعالیٰ کوئی نوکری دیتا ہے یا تجارت میں کامیابی عطا فرماتا ہے ان سب کا فرض ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اس کو اور خرچ کریں کیونکہ اس سے ان کا مال بڑھے گا، کم نہیں ہو گا۔ ابھی کل ہی کی ملاقاتوں

میں ایک خاتون تشریف لائی تھیں اپنی بیٹی کو ساتھ لے کے اور ان کی طرف سے لفافہ مجھے دیا کہ تمام چندے ادا کرنے کے بعد پیچھے جتنی تنخواہ اس بچی کی بنتی تھی، پہلی تنخواہ وہ ساری کی ساری یہ پیش کر رہی ہے اس کو خدا کی راہ میں استعمال کر لیں اور میں نے یہ دستور بنا رکھا ہے کہ جو بھی پہلی تنخواہ دیتا ہے اس طرح اس کو مسجد کے لئے یا مساجد کی تعمیر میں استعمال کیا جائے۔

چنانچہ یہ بھی ایک بڑی مدّ ہے جو بنتی چلی جا رہی ہے اور اس کے نتیجے میں ہم ایسے علاقوں میں مسجدیں بناتے ہیں جہاں غربت کی وجہ سے وہ لوگ توفیق نہیں پاتے کہ مسجدیں بنا سکیں۔ تو یہ بھی ایک شکر کا طریقہ ہے اور جو مساجد احمدی بنائیں گے۔ اب دیکھیں نا! شکر کتنا لامتناہی چیز ہے۔ ان ساری مساجد میں اللہ کا شکر ادا کیا جائے گا اور غریب علاقوں میں اگر مسجد بنے تو اور بھی زیادہ ممنون ہوتے ہیں۔ امیر تو یہ سوچ لیتے ہیں کہ ہمیں توفیق ملی تھی ہم نے مسجد بنالی، بعضوں کو بے وقوفی سے یہ بھی شاید خیال آتا ہو کہ ہم نے بڑا کمال کر دیا ہے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اللہ پہ احسان کیا ہے مگر فخر سے پھولے پھرتے ہیں کہ ہم نے کمال کر دیا ہے مسجد بنا دی، مگر غریب نہیں یہ بات کرتا، سوچتا نہیں یہ بات، اس کو تو پتہ ہے کہ مجھ میں توفیق ہی نہیں تھی۔

پس ایسے لوگ جو اپنی آمد خواہ کسی قسم کی آمد شروع ہوئی ہو، تجارت کی ہو، انڈسٹری کی ہو یا تنخواہوں وغیرہ کی ہو وہ خدا کے حصے کے چندے نکالنے کے بعد بقیہ رقم جو بچتی ہے وہ پہلی رقم پہلے مہینے کی پوری کی پوری ادا کر دیں یہ ایک بہت بڑا نیکی کا فعل ہے جو بڑھتا چلا جائے گا اور چونکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اسے ہم غریب علاقوں میں مساجد کے لئے استعمال کرتے ہیں تو وہاں وہ سارے شکر گزار ہونگے اور جو بھی وہ شکر گزاری کریں گے اس کی جزا ان کو ملتی چلی جائے گی۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ بیرونی جماعتیں بھی اس سے نصیحت پکڑیں گی اور ہندوستان کی جماعتیں بھی خصوصیت کے ساتھ اس طرف بھی توجہ کریں گی کہ غریبوں کے چندے سے بچت کر کے وہاں مسجدیں بنانے کے لئے استعمال کریں اور کچھ زائد رقم ہم انشاء اللہ تعالیٰ مہیا کریں گے۔

میں سمجھتا ہوں **مسجدیں تو جتنی بنائی جا سکتی ہوں بناتے چلے جانا چاہئے کیونکہ مسجد میں مومن کی روح ہے، مومن کی جان ہے، مسجد جماعت کا قائم مقام ہے اور مسجد کے نتیجے میں ہی جماعت کو تقویت ملتی ہے۔** اس سلسلہ میں افریقہ والوں کو بھی میں نے ہدایت کی تھی۔ بعض دفعہ تھوڑی دیر کام کرنے کے بعد وہ لوگ تھک بھی جایا کرتے ہیں تو ان کو بھی میں دوبارہ بتا رہا ہوں مسجدوں کی تعمیر سے رکنا نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ بیس بنا دیں ہم نے یا تیس بنا دیں، بناتے چلے جائیں۔ **کوئی جماعت ایسی نہ ہو جس کی اپنی مسجد نہ ہو اور جہاں مسجدیں ہو جائیں گی وہاں جماعتیں مستحکم ہو جائیں گی** پھر نا ممکن ہے کہ ان کو ہٹایا جا سکے کیونکہ جماعتیں مسجد سے وابستہ ہوتی ہیں اور مسجد ہی میں تمام انسانوں کے اجتماع کا مضمون داخل ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ میں یہی مضمون ہے جو بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے بنی نوع انسان کو جو باندھنے کا فیصلہ کیا تھا کہ ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں تو اللہ نے دیکھیں کیسی ترکیب کی اپنا گھر بنایا تا کہ اس کا فائدہ سارے بنی نوع انسان کو پہنچے اور سارے بنی نوع انسان اس گھر کے ذریعے ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں۔ اب دیکھ لیں تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو وہاں مبعوث فرما کر خانہ کعبہ کے گرد اکٹھا کر دیا ہے تو حج ہر دفعہ یہی تو پیغام لے کے آتا ہے کہ مسجدوں میں تمہاری زندگی ہے، مسجدوں میں تمہاری جماعت ہے۔

پس **مسجدوں کی تعمیر کی طرف دنیا کے تمام ممالک متوجہ ہوں اور پاکستان میں جو ہمارے دشمنوں کو دشمنی ہے مسجدوں سے اس کے باوجود جہاں جہاں جس طرح توفیق ملے مسجدیں ضرور بنائیں۔ اس کی سزائیں بھی ملتی ہیں، مسجدیں بنانے کے نتیجے میں شہید بھی کئے جاتے ہیں مگر اللہ کا گھر بنانے سے احمدی باز نہیں آ سکتا۔** اگر ایسے حالات پیدا ہوں کہ اس کے نتیجے میں نقصان کا ایسا خطرہ ہو کہ جماعت کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہو تو ایسی صورت میں مخفی طور پر مسجدیں بنانا یہ ممکن ہے اور بنانی چاہئیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ اس طریق پر انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان کی مشکلات بھی دور فرما دے گا اور فرمانے لگا ہے، فرما رہا ہے۔

ایسے آثار نظر آ رہے ہیں جن سے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اب دشمنوں کے اوپر تلوار کی طرح لٹک رہی ہے اور یہ تلواریں جگہ جگہ گر بھی رہی ہیں مگر ہوش نہیں آ رہی۔ اگر قوم کو ہوش نہ آئے، خدا کی طرف سے کھٹکھٹانے والی چیزیں بار بار دلوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہوں، آفات دلوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہوں اور ان کو ہوش نہ آئے تو پھر آخری تقدیر جو ہے وہ پھر کلیۃً منہدم کر دیا کرتی ہے، اُن کی ساری تدبیروں کو منہدم کر دیا کرتی ہے، ان کی ساری تعمیروں کو منہدم کر دیتی ہے۔ **جو خدا کا گھر منہدم کرنے میں فخر کریں ان کے گھر باقی کیسے رہ سکتے ہیں۔** اللہ پکڑ میں دھیما ضرور ہے مگر اُمْلِی لَھُمْ اِنَّ کَیْدِی مَتِیْن۔ میں مہلت تو ان کو دیتا ہوں مگر میری پکڑ بہت سخت ہے۔ **جب بھی ان کے پیمانے بھریں گے اور مجھے تو اب بھرے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں تو پھر وہ جو خدا کے گھر کے دشمن تھے، خدا کے گھر مٹانے کے درپے تھے ان کے گھر ضرور مٹائے جائیں گے اور مٹائے جا بھی رہے ہیں اور ان کو سمجھ نہیں آ رہی۔**

تو اس وجہ سے میں ہمیشہ پاکستان کے لئے خود بھی دعا کرتا ہوں اور آپ کو بھی یہ مضمون چل پڑا ہے تو دعا کی طرف متوجہ کر رہا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی میں جب کہ دشمن نے ظلم کی حد کر دی تھی یا حدیں پھلانگ چکا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ۔ اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت دے فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ یہ جانتے نہیں۔ یہ جو شرط ہے 'نہیں جانتے' یہ شرط قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح قوم نے ظلم کئے تھے ان کے لئے رسول اللہ ﷺ اللہ سے ہدایت مانگ کیسے سکتے تھے، سوائے اس عذر کے کہ اِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ کہ وہ جانتے نہیں۔ مگر جب بھی میں یہ دعا کرتا ہوں میرے دل پہ یہ بوجھ پڑتا ہے کہ یہ لوگ تو جانتے ہیں اور جان بوجھ کے ایسا کر رہے ہیں۔ اچھا بھلا پتہ ہے کہ یہ مظلوم ہیں ان پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے اس کے باوجود ظلم کرتے چلے جاتے ہیں۔

اب ہمارے مربّی قدیر صاحب (عبدالقدیر قمر صاحب۔ مرتب) اس وقت پچیس سال عمر قید کاٹ رہے ہیں۔ ان کے جج نے واضح کر دیا تھا بار بار کہ میرے نزدیک تم بالکل معصوم ہو اور بری الذّمہ ہو۔ اس کے بعد فیصلہ یہ دیا کہ عمر قید سے کم اس کی سزا نہیں۔ تو اب وہ بظاہر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوا ہے، کیسے ممکن ہے کہ اللہ اسے چین سے رہنے دے۔ اس نے ہمیشہ کے لئے اپنی بربادی کے فیصلے پر دستخط کئے ہیں، اس پر مہر لگائی ہے۔ یا تو ایسا شخص خدا کی ہستی کا قائل ہی نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کوئی بھی نہیں جائے گا وہاں، کچھ نہیں ہوگا تو اللہ کو قائل کروانا آتا ہے۔ اور اگر قائل ہے تو حد سے بڑھ کر جاہل ہے۔ جانتا ہے کہ ایک خدا ہے حساب لینے والا، جانتا ہے کہ عدالت کی کرسی پر جب کوئی بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی لازماً جوابدہی کرتا ہے خواہ وہ مومن ہو، غیر مومن ہو، جب بھی عدالت کی کرسی پر کوئی بیٹھے گا تو انصاف کا تقاضا پورا کرنا اس کا فرض ہے کیونکہ دنیا میں قاضی ہی اللہ کے نمائندے ہوا کرتے ہیں اور یہ قضاء کی نمائندگی دنیا میں ہر جگہ چل رہی ہے۔ تمام دنیا کی عدالتوں میں جو شخص بیٹھے گا اس پر یہ خدا تعالیٰ کا حکم صادر ہوگا خواہ وہ مومن ہو یا غیر مومن کہ فیصلہ انصاف سے کرنا ہے کیونکہ اللہ ہمیشہ انصاف سے کام لیتا ہے۔ پس اس کے باوجود اس نے انصاف سے کام نہیں لیا بلکہ ایک مظلوم اس کے ساتھ اور بھی بہت سے، وہ اس وقت جیلوں میں سڑ رہے ہیں جن کی سب سے بڑھ کر تکلیف یہ ہے کہ خدمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ بڑی محنتیں کیں، بڑا علم سیکھا اور زندگیاں وقف کر دیں کہ خدا ہم سے کام لے گا خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کریں گے اور اب بیکار بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو ان کو تو میں یہ پیغام دیتا ہوں کہ آپ بے کار نہیں ہیں۔ یہ کہنا تو آسان ہے کہ اللہ آپ کو جزاء دے گا مگر جو صبر کی حالت میں سے گزر رہا ہو وہی جانتا ہے کہ کتنا مشکل کام ہے۔ کوئی شخص زندگی بھر کے لئے جیل کی کال کوٹھڑیوں میں ٹھونس دیا جائے اور اس کو پتہ ہو کہ کوئی مصرف نہیں ہے یہاں اور میری ساری عمر کی کمائیاں گویا ہاتھ سے چھینی گئیں اور ضائع ہو گئیں اور وہ کمائیاں کیا تھیں، اللہ کی راہ میں خدمت کرنے کا شوق۔ تو اس کی تکلیف کا تصور کر کے دیکھیں کہ کتنی زیادہ اس کی تکلیف ہے۔

ضمناً آپ سے گزارش ہے کہ اب رمضان آنے والا ہے، **اپنی راتوں کو ایسے اسیرانِ راہِ مولا کے لئے گریہ و زاری کے ساتھ ایک واویلے میں تبدیل کر دیں، شور مچا دیں، ایسا شور آپ کے دل سے اٹھے کہ اس شور سے ناممکن ہے کہ خدا کی تقدیر حرکت میں نہ آئے۔ میں امید تو یہ رکھتا ہوں کہ وہ تقدیر حرکت میں آ رہی ہے، آ چکی ہے مگر جس نہج پہ چل رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بدبختوں کی پکڑ کا وقت آ گیا ہے۔ جنہوں نے اس طرح معصوموں کے گھر برباد کئے ہیں، ان کی زندگیاں برباد کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی زندگیاں لازماً برباد کی جائیں گی۔** یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ چین کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں اور جتنا ان کی موت کا وقت قریب آئے گا اتنا ہی زیادہ ان کے دل میں آگ لگتی چلی جائے گی اور بھڑکی لگتی چلی جائے گی۔

اب وہ فیصلہ دے بیٹھے ہیں جس کو واپس لینا ان کے بس میں ہی کوئی نہیں، اب توبہ استغفار کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لئے ظلم کرتے وقت انسان کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کبھی میں ظلم سے ہاتھ کھینچ بھی تو

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

☆ اتحاد و یک جہتی کی ضامن ☆

صرف خلافت حقہ ہے

(محمد صدیق گورداسپوری۔ نائب وکیل التبشیر)

آج ساری امت مسلمہ غیر معمولی افتراق ، انتشار اور غربت و افلاس اور ذہنی و فکری پسماندگی کا شکار ہے۔ اس افتراق اور زبوں حالی کو دور کرنے کے لئے اور اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کی فضا پیدا کرنے کے لئے مختلف اوقات میں مختلف تحریکیں جنم لیتی رہی ہیں لیکن آخر وہی ہوتا رہا جس کی نشان دہی قرآن کریم میں آئی ہے کہ "تحسبهم جمیعاً و قلوبهم شتی" کہ بظاہر یہ ایک ہیں مگر ان کے دل انتشار کا شکار ہیں۔ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ مسلمانوں کو متحد کرنے اور ان کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے جو بھی تحریک اٹھی اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

سوچنے کی بات ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے اور مسلمانوں کو متحد کرنے کی تمام تر کوششیں ناکام کیوں ہو رہی ہیں۔ اور اسلام کے نام پر اٹھنے والی تحریکیں بجائے خدا تعالیٰ کی محبت اور تائید کو جذب کرنے کے اس کے قہر کا مورد بن رہی ہیں۔ کیوں مسلمانوں کی ایسی کسمپرسی کی حالت میں قرون اولیٰ میں تو خدا کی رحمت جوش میں آجاتی تھی اور اب نہیں آرہی؟ اس امر پر غور کرنے اور سوچنے کے بعد اور قرآن کریم اور احادیث کے مضمون کے مطالعہ کے بعد نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس کی اصل بنیادی وجہ یہی ہے کہ مسلمان اپنے قول و فعل میں تضاد کی وجہ سے اس نعمت خداوندی سے محروم ہو چکے ہیں جو ان کو متحد کرنے کی ضامن تھی جس کا وعدہ ان سے خدا تعالیٰ نے سورہ النور کی آیت استخلاف میں ان الفاظ میں دیا تھا:

﴿وعدالله الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم .... الخ﴾ (آیت ٥٦).

کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ہیں ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں ایسے ہی خلفاء بنائے گا جیسے کہ ان سے پہلے لوگوں میں بنائے تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ وعدہ خلافت علی منہاج النبوۃ کا تھا یعنی آنحضرت ﷺ نے واضح پیش گوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانے میں میرے ہی روپ میں میرا ہی ایک روحانی فرزند مبعوث ہوگا یعنی مسیح موعودؑ و مہدی معہود جس کے ذریعہ سے دین حق کی نشأۃ ثانیہ مقدر تھی پھر اس کی وفات کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی جو قیامت تک جاری رہے گی اور مومنین کو متحد رکھنے اور ان کے اندر اجتماعیت کی روح قائم رکھنے کی ضامن ہوگی۔ پس مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک واجب الاطاعت امام اور خلافت جیسی نعمت سے محروم ہیں۔ اور مسیح موعود و مہدی معہود جن کو خدا تعالیٰ نے عین وقت مقررہ پر مبعوث فرمایا اور آپ کی وفات کے بعد سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا اس کے انکار کی وجہ سے مورد عذاب الٰہی بن چکے ہیں۔

مسلمانوں کے سرکردہ لیڈر اور مذہبی رہنما اس بات کا خود اظہار کر رہے ہیں کہ ہماری ذلت اور رسوائی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں، ہمارا کوئی روحانی رہنما نہیں، ہمارا کوئی پرسان حال نہیں۔ چنانچہ ابویاسر فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

"قیام پاکستان سے لے کر آج تک اسلامی اصولوں کے مطابق وطن عزیز میں خلیفہ کا انتخاب نہیں ہو سکا۔ انہوں نے کہا کہ خلیفہ اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے جو احکام خداوندی کا خود بھی پابند ہوتا ہے اور عامۃ الناس پہ احکام نافذ کر کے عمل کرانے کا پابند ہوتا ہے"۔

(نوائے وقت لاہور ، ۲۵؍ جولائی ۱۹۹۰ء)

پھر پروفیسر خالد محمود ترمذی بھی خلافت کی ضرورت اور موجودہ حالات کا علاج بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انسانی عقل جو مخلوق ہے بغیر اپنے خالق کی رہنمائی اور ہدایت کے اپنے جیسے انسانوں کی رہنمائی نہیں کر سکتی۔ خالق حقیقی نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انبیاء بھیجے۔ انہوں نے ہمیں صحیح راستہ دکھایا۔

تا خلافت کی بنا ہو پھر جہاں میں استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قرآن نے خود ہی اصول وضع کیا کہ بارہا ہم نے اقلیت کو اکثریت پر فتح عطا کی ہے یعنی اکثریت اور اقلیت اللہ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی، اہمیت ہے تو حق کی۔ حق کی طرف ہے، کس کے ساتھ ہے۔ اقلیت کے ساتھ ہے تو وہی حق ہے خواہ باطل کے ساتھ کتنی بڑی اکثریت کیوں نہ ہو وہ بہر حال باطل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کسی نبی کے ساتھ کبھی کوئی قابل ذکر اکثریت نہیں رہی سوائے حضرت نبی اکرم ﷺ کے تو کیا وہ انبیاء حق پر نہیں تھے نعوذ باللہ۔ میرا ایمان ہے کہ اس طرح ایک وقت آئے گا کہ جمہوریت کا بھوت لوگوں کے سر سے اتر جائے گا اور لوگ اسلام اسلام پکاریں گے خلافت دوبارہ جمہوریت کی جگہ لے لے گی ، انشاء اللہ۔ (روزنامہ جنگ ۳۱؍ جولائی ۱۹۹۰ء)۔

جناب واصف علی واصف یاالٰہی، یاالٰہی کے زیر عنوان بڑی پرسوز دعا کرتے ہیں جس میں التجا کرتے ہیں:

"یاالٰہی ہمیں لیڈروں کی یلغار سے بچا...... ہمیں ایک قائد عطا فرما، ایسا قائد جو تیرے حبیب کے تابع فرمان ہو .... اس کی اطاعت کریں تو تیری ہی اطاعت کے حقوق ادا ہوتے رہیں"۔

(نوائے وقت لاہور ۲۶؍ ستمبر ۱۹۹۱ء)

یہی نہیں بلکہ وہ ایک نبی کی آمد کے بھی طلب گار ہیں۔ مرزا اسلم بیگ صاحب کالم "خیریت مطلوب ہے" کے تحت 'جان ناتواں اور منہ زور سیاست کا کارواں' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"پاکستان کی قوم ماشاء اللہ یہ بہت بگڑی ہوئی قوم ہے۔ ہر ناجائز کام کو نہایت جائز سمجھتی ہے۔ فرقوں، برادریوں اور علاقوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ قوم کے افراد ایک دوسرے کا گلا کاٹنے اور جیب کاٹنے میں مصروف ہیں۔ ہنگامے، بلوے ان کی عادت بن چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی قوم کی نگرانی کوئی

معمولی کام ہرگز نہیں۔ ہم نے قرآن حکیم میں بھی پڑھا ہے اور تاریخ بھی بتاتی ہے کہ آخری نبی آنے سے پہلے جب بھی قوموں میں نبی بھیجے گئے تو پھر ایسی ہی حالت ہوتی تھی اور قوموں کی یہی نشانیاں ہوتی تھیں جن کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ اب نبی پیغمبر تو آ نہیں سکتے البتہ نگران آتے جاتے رہیں گے"۔ (روزنامہ جنگ ۲۹ر جولائی ۱۹۹۳ء)

پھر بعض نگران وزراء اعظم کا ذکر کرتے ہیں کہ اب پاکستان کے مسلمانوں کی اصلاح ان کی نگرانی ہو گی۔ یہ عجیب و غریب منطق ہے کہ پہلے خود ہی ایک مفروضہ بنا لیا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نظام ہدایت پر قدغن لگ چکی ہے لہٰذا اب اصلاح احوال کا کام جو پہلے خدا تعالیٰ کے انبیاء کرتے تھے اب محض دنیاوی لیڈروں اور سیاسی نگرانوں کے ذریعہ سرانجام پائے گا۔ جب کسی قوم کی بدقسمتی کے دن آتے ہیں تو ان پر ایسے ہی لیڈر مسلط کر دئے جاتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ جن کی اپنی زندگی مشکوک ہو، جن پر رشوت ستانی، اقرباء پروری، شراب نوشی، غبن، خیانت اور قومی دولت کو لوٹنے کے الزامات ہوں وہ کیا خاک دوسروں کی اصلاح کریں گے ایسے لوگوں کو چاہئے کہ عقل کے ناخن لیں اور تعصب اور جہالت کی پٹی اپنی آنکھوں سے اتار کر حقائق کی دنیا میں آئیں اور قرآن کریم نے جو علاج ایسی برائیوں کا تجویز کیا ہے اس کو اپناتے ہوئے راہ نجات تلاش کریں۔

پھر مولانا مودودی صاحب بھی انہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ اب قوم کو کسی نبی کی تلاش ہے جو ان کی رہنمائی کر سکے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کرنے کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں اور کوئی پہلو کمزور نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں نبی سے کم کسی پر راضی نہیں"۔

(ترجمان القرآن دسمبر و جنوری ۴۳-۱۹۴۲ء صفحہ ۴۰۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا۔

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

پس اس حقیقت کو ہر مسلمان محسوس کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی یک جہتی اور ان کے اندر اتحاد و اتفاق کا سامان صرف اور صرف نظام خلافت سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے اس نظام کے احیاء کے لئے مختلف اوقات میں مختلف تحریکیں جنم لیتی رہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں۔ مگر وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ خلافت حقہ تو کسی نبی کی بعثت کے بعد ہی قائم ہوا کرتی ہے۔ خلافت کا نظام جاری کرنا کسی فرد یا ملت کا کام نہیں۔ یہ نظام خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اتحاد و اتفاق کی ناقابل تسخیر کیفیت اور تعلق باللہ میں ترقی کے ذریعہ نصرت الٰہی کا حصول خلافت کے آسمانی نظام کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ خلافت ایک حبل اللہ المتین ہے جو قومی وحدت اور ملی شیرازہ بندی کا واحد ذریعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "**الامام جنة یقاتل من ورائه**" کہ امام تو ایک ڈھال ہوتا ہے جس کے پیچھے کھڑے ہو کر دشمن سے لڑائی کی جاتی ہے اور جب کوئی امام نہ ہو تو قومیں پراگندہ ہو جاتی ہیں، ان کے اندر انتشار اور افتراق کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اب ہم مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں۔

مسلمانوں کی یہی کیفیت دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے امت مرحومہ پر رحم فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمایا تا آپ دلوں میں پھر سے حقیقی ایمان کو زندہ کریں اور حقیقی معرفت جو دنیا سے گم ہو چکی تھی اور حقیقی تقویٰ و طہارت جو مفقود ہو چکا تھا وہ دوبارہ قائم کریں۔ آپ فرماتے ہیں۔

مسیح وقت اب دنیا میں آیا☆خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا☆صحابہ سے ملا جو مجھ کو پایا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے خلافت کے نظام کو جاری فرمایا۔ پس آج روئے زمین پر صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے آسمانی نظام کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اور انہیں ایک واجب الاطاعت امام کے ہاتھ پر اکٹھا کر کے انکے اندر اتحاد و اتفاق، یکجہتی اور یگانگت قائم فرما دی ہے اور وہ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ باوجود وسائل کی کمی اور قلت تعداد کے اور مخالفتوں کے طوفانوں اور مصائب کی آندھیوں کے اسلام کو دنیا میں سربلند اور غالب کرنے میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی توفیق پا رہی ہے کہ ایک دنیا اس پہ حیران و ششدر ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک مٹھی بھر اور کمزور جماعت اتنا عظیم الشان کام کس طرح سرانجام دے رہی ہے۔ یہ سب کچھ خلافت کی برکت ہے۔

خلفائے جماعت احمدیہ نے جماعت کو متحد کرنے اور آپس میں الفت و محبت پیدا کرنے کے لئے جو مختلف اوقات میں درس دئے، اس بنا پر ہر احمدی دوسرے احمدی کے لئے دل میں بے پایاں محبت رکھتا ہے۔ آپ کسی ملک میں چلے جائیں، کسی احمدی کا دروازہ کھٹکھٹائیں وہ آپ کو دل کی گہرائیوں سے محبت اور پیار کے جذبات سے ملے گا، کھلے ہاتھوں سے آپ کا استقبال کرے گا، آپ کے لئے کسی غیر ملک میں کوئی غیریت نہیں رہے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جماعت احمدیہ ایک ہی جماعت ہے جو ۱۴۰ ممالک میں (اب تو ۱۵۰ ممالک سے بھی زائد ہیں۔ ناقل) منتشر پھیلی ہوئی ہونے کے باوجود پھر بھی ایک جمعیت رکھتی ہے، ایک مرکز رکھتی ہے اور دور دور پھیلے ہوئے احمدیوں کے دل بھی آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ ایک تکلیف کسی احمدی کو خواہ پاکستان میں پہنچے خواہ بنگلہ دیش میں ہندوستان میں یا کسی اور ملک میں اس تکلیف کی خبر جب دنیا میں پھیلتی ہے جماعت احمدیہ خواہ دنیا کے کسی ملک سے تعلق رکھتی ہو، یوں محسوس کرتی ہے کہ یہ ہماری تکلیف ہے اور عجیب خدا کی تقدیر کا حصہ ہے کہ جیسے میں آپ کے لئے غمگین ہوتا ہوں، جماعت میرے لئے غمگین ہوتی ہے کہ اس غم سے مجھے زیادہ تکلیف نہ پہنچے اور ایسے موقع پر مجھ سے تعزیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور ایسی سادگی اور بھولے پن سے جیسے وہ اس بات پر مقرر کئے گئے ہیں کہ میری دلداری کریں۔

(الفضل ۲۵ر جولائی ۱۹۹۴ء)

(خطبہ فرمودہ ۲۴ر جون ۱۹۹۴ء ٹورنٹو کینیڈا)

پس جماعت احمدیہ میں خلافت کی برکات سے ایک مضبوط اخوت و محبت کا رشتہ قائم ہو چکا ہے اور خلفائے

احمدیت نے اس روحانی رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں جو کاوشیں کی ہیں اس کی ایک جھلک ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے جانشین حضرت الحاج مولانا نورالدینؓ تھے۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

"یہی تمہارے لئے بابرکت راہ ہے تم اس حبل اللہ کو اب مضبوط پکڑ لو۔ یہ محض خدا ہی کی رسی ہے جس نے تمہارے متفرق افراد کو اکٹھا کر دیا ہے۔ پس اسے مضبوط پکڑے رکھو"۔

(بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"تم شکر کرو کہ ایک شخص کے ذریعہ تمہاری جماعت کا شیرازہ قائم ہے، اتفاق بڑی نعمت ہے اور یہ مشکل سے حاصل ہوتا ہے، یہ خدا کا فضل ہے کہ تم کو ایسا شخص دے دیا جو شیرازہ وحدت قائم رکھے جاتا ہے"۔ (بدر ۲۴ر اگست ۱۹۱۱ء)

پھر آپ نے جماعت کو آپس میں محبت و الفت بڑھانے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"یہاں آنے والوں کے واسطے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے میل ملاپ کریں، پتہ مقام دریافت کریں، نام نشان پوچھیں اور آپس میں تعارف حاصل کریں۔ یہ بھی راہ ہے وحدت کے پیدا ہونے کی اور اگر کوئی کہے چلو جی ہمیں کیا ہم تو پنجاب کے اور یہ ہندوستان کے اس سرے کے ہم تو آپس میں ملیں بیٹھیں اوروں سے کیا غرض وغایت تو وہ نادان نہیں سمجھتا یہ امر وحدت کے متضاد ہے۔ چاہئے کہ ہر ایک یہاں کے آنے والے کے نام و نشان سے بخوبی واقف ہو اور آگاہی ہو اور ایک دوسرے کے حالات پوچھتے جاویں اس طرح سے تعلق ہو جاتے ہیں۔ خدا کی طرف سے آنے والے وحدت چاہتے ہیں۔ اخوان کے معنے اور مفہوم بھی یہی ہیں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ تمہاری محبتوں، بحثوں، جانفشانیوں کو رحم سے دیکھے اور قبول کرے اور آخر تک استحکام اور استقلال بخشے۔ یہاں تک کہ کوچ کا وقت آجائے اور تم اپنے اقرار کے پورے پکے رہنے والے ہو اور اللہ کی رضا کے حاصل کرنے والے اور مقدم کرنے والے ہو"

(خطبہ ۳۰ر مارچ ۱۹۰۳ء، الفضل ۱۹ر مئی ۱۹۹۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کا جب دور آیا تو جماعت میں ایک گروہ جو اپنے آپ کو بزعم خویش جماعت کی تمام تر ترقیات نظام اور اس کے اتحاد و اتفاق کا ذمہ دار سمجھتا تھا اس نے جماعتی شیرازہ بندی کو بکھیرنے کی کوشش کی اور اپنے آپ کو خلافت کے بابرکت نظام سے الگ ہو کر لاہور میں جا قیام کیا اور یہ سمجھ لیا کہ ان کے جانے سے یہ جماعت نعوذباللہ ختم ہو جائے گی اور قادیان کا کوئی رخ نہیں کرے گا۔ ایسے حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جس حکمت و دانش، جوانمردی اور الٰہی بصیرت سے جماعت کو متحد رہنے اور آپس میں اخوت و محبت کے قائم رکھنے کے لئے دن رات درس و تدریس اور وعظ و نصیحت سے کام لیا اور خلافت کی برکات پہ جو ارشادات فرمائے وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہیں جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا وہ حصہ تو دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا جو خلافت کے دامن سے وابستہ تھا لیکن جو حصہ خلافت سے الگ ہو گیا تھا دن بدن افتراق و انتشار کا شکار ہوتا چلا گیا، ان کی اولادیں احمدیت سے الگ ہو گئیں اور اب وہ اپنی ناکامی اور نامرادی کا خود منہ دیکھ رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خلافت سے وابستگی اور اس کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"خدا چاہتا ہے کہ جماعت کا اتحاد میرے ہی ہاتھ پہ ہو اور خدا کے اس ارادہ کو اب کوئی نہیں روک سکتا۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان کے لئے (یعنی غیر مبایعین کے لئے) صرف دو ہی راہ کھلے ہیں یا تو وہ میری بیعت کر کے جماعت میں تفرقہ کرنے سے باز رہیں یا اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اس پاک باغ کو جسے پاک لوگوں نے اپنے خون کے آنسوؤں سے سینچا ہے اکھاڑ کر پھینک دیں۔ جو کچھ ہو چکا، ہو چکا۔ مگر اب اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کا اتحاد ایک ہی طریق سے ہو سکتا ہے کہ جسے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے ورنہ ہر ایک شخص جو اس کے خلاف چلے گا تفرقہ کا باعث ہوگا"۔

(الفضل ۱۸ر فروری ۱۹۵۸ء، تقریر لاہور)

پھر آپؓ نے قوموں کی ترقی کا راز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں نے اتفاق کے ذریعہ ہی ترقی حاصل کی ہے۔ وہ جماعتیں جو مالدار ہوں اور کثرت افراد کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ ہوں۔ وہ تفرقہ اور نفاق کی وجہ سے ان چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جن میں جتھا اور اجتماع اور اتفاق اور اتحاد پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن جماعتوں نے ایک جان ہو کر پورے اتفاق و اتحاد سے رہنے سے بڑی بڑی طاقتوں اور جماعتوں کا مقابلہ کیا ہے وہ ضرور کامیاب ہوئی ہیں اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکا"۔

(خطبہ جمعہ ۲۲ر مارچ ۱۹۱۸ء، الفضل ۱۸ر مئی ۱۹۹۵ء)

پھر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"کسی جماعت کی ترقی کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے سب افراد آپس میں ایک ہو جائیں۔ جب تک کوئی جماعت فرد واحد کی طرح نہیں ہو جاتی ترقی نہیں کر سکتی۔ خواہ وہ جماعت دینی ہو یا دنیوی کیونکہ تمام کامیابیوں اور ترقیوں کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ قاعدہ جاری کیا ہوا ہے کہ جب تک ساری جماعت ایک نہ ہو جائے، لڑنا جھگڑنا، دشمنی، نفاق و حسد و کینہ، بغض و عداوت کو چھوڑ نہ دے اس وقت تک ترقی نہیں کرے گی"۔

(الفضل ۱۰ر مئی ۱۹۹۲ء)

خلافت سے وابستگی کی برکت کے بارہ میں فرمایا:

"جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی۔ بیشک افراد مریں گے، مشکلات آئیں گی، تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہیں ہوگی بلکہ وہ دن بدن بڑھے گی"۔

(درس القرآن ۱۹۲۱ء، صفحہ ۷۳، بحوالہ خالد مئی ۱۹۹۱ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خلافت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت مسیح موعودؑ کے وصال سے اس روشنی نے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی تھی چمکنا بند نہیں کر دیا۔ حضور کا وصال ہو گیا لیکن وہ روشنی اپنی جگہ قائم ہے اور ماحول کو باقاعدہ اور مسلسل منور کر رہی ہے۔ اور مردوں اور عورتوں کو ان کی حقیقی منزل کی طرف

رہنمائی کر رہی ہے .... روشنی چمک رہی ہے اور اس کی شعاعیں حضور کے خلفاء کے ذریعہ اکناف عالم میں پہنچ رہی ہیں۔ ان خلفاء کو چھوڑ کر نہ کہیں روشنی ہے نہ حقیقی رہنمائی"۔

(خطبہ جمعہ ۱۴ر مئی ۱۹۲۰ء، خالد مئی ۱۹۸۷ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تو اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اپنے متعدد خطبات، تقاریر اور خطابات میں اس پر روشنی ڈالی ہے اور جماعت کو خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدردانی اور شکر گزاری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وساطت سے اس زمانے میں ہم نے ایک زندگی پائی۔ وہ زندگی جو ہمیشہ سے تھی مگر وہ مردہ تھے جن پر وہ اثر نہیں کر رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے ہم نے اسے زندہ محسوس کیا اور اس زندگی سے ہمارے محبت کے رشتے زندہ ہو گئے۔ ہمارے دل دوبارہ دھڑکنے لگے۔ ہم میں اجتماعیت کا احساس پیدا ہوا۔ یہ جب تک زندہ رہے گا ہم دنیا کو امت واحدہ بناتے رہیں گے۔ یہ طاقت ہمیں خدا سے نصیب ہوئی ہے کوئی دنیا کی طاقت یہ طاقت ہم سے چھین نہیں سکتی اور اس کی وجہ وہی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کو سمجھیں، اس پر قائم ہو جائیں تو آپ بڑی قوت کے ساتھ نئے آنے والوں کو اپنے ساتھ کھینچیں گے اور یہ اجتماعیت کا دائرہ بڑھتا چلا جائے گا۔ اللہ کرے کہ ہمیں آنحضرت ﷺ کی ان نصیحتوں کو سمجھنے اور حرز جان بنانے کی، یعنی جان میں سب سے پیارا وجود سمجھنے کی طاقت عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ ۱۰ر جون ۱۹۹۲ء، الفضل ۱۲ر اگست ۱۹۹۲ء)

پھر فرمایا:

"جماعت احمدیہ کے تعلقات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ دنیا میں کوئی اور جماعت اور کوئی قوم یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کیونکہ کثرت کے ساتھ اللہ کے نام پر ایک جگہ اکٹھے ہونے والے جو مختلف ملکوں قوموں اور مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں کہیں اور اکٹھے نہیں ہوتے اور آپس میں پھر ایک دوسرے سے ان کی محبتیں نہیں بڑھتیں۔ انگلستان کی جماعت میں جب تک یہ انٹرنیشنل جلسہ شروع نہیں ہوا تھا ان کو اس بات کا ذائقہ ہی نہیں تھا کہ یہ کیا چیز ہوتا ہے۔ اتفاقاً کوئی باہر سے آ گیا اور شامل ہو گیا۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح پر جلسے پر دنیا بھر سے لوگ کھنچے چلے آتے ہیں اور مختلف رنگوں اور مختلف نسلوں کے اور جب ایک مقامی آدمی کی نظر پڑتی ہے تو بلا شبہ محبت کی نظر پڑتی ہے۔ کئی دفعہ گزرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے کہ کوئی غیر ملکی کھڑے ہیں اور ساتھ ارد گرد مقامی لوگ جھمگھٹا کر کے کھڑے ہیں اور بڑے غور سے اور پیار سے ان کو دیکھ رہے ہیں اور ہر ایک کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ مصافحہ کرے اور ان سے تعلقات بڑھائے۔ یہی حال آنے والوں کو ہوتا ہے۔ جاتے ہیں تو بھیگی آنکھوں کے ساتھ واپس جاتے ہیں اور واپس جا کر جو خطوط لکھتے ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ مقامی لوگوں سے ہی نہیں جو دوسرے ملکوں سے وہاں آئے تھے ان سے بھی ان کے تعلقات بڑے گہرے ہو گئے ہیں پھر آپس میں خط و کتابت چل پڑتی ہے ....اس مضمون کو نئے آنے والوں کے تعلق میں بیان کر چکا ہوں۔ آج پھر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ جو خدا نے آپ کو نعمت عطا فرمائی ہے اور آپ کو معلوم بھی نہیں تھا کہ کیسے عطا ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واسطے سے دوبارہ عطا ہوئی ہے۔ پس اس نعمت کو یاد رکھیں۔ اللہ نے دوبارہ یہ نعمت اپنے فضل سے عطا کی ہے اور نعمت کے سوا دل نہیں باندھے جا سکتے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تصور اپنے میں سے نکال دیں تو آپ میں سے کسی کو دوسرے کی پرواہ نہیں رہے گی اور اس تعلق کو خلافت آگے بڑھا رہی ہے اور وہ تعلق پھر خلافت کی ذات میں مرکوز ہوتا ہے اور پھر آگے چلتا ہے"۔

(خطبہ جمعہ ۱۰ر جون ۱۹۹۰ء، الفضل ۷ر اگست ۱۹۹۱ء)

جلسہ سالانہ ۱۹۹۴ء پر عالمی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

"یہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے عالمی اجتماع کا ایک نظارہ دکھانا تھا...... جماعت احمدیہ ہے جو خلافت کے ذریعہ ایک ہاتھ پر اس طرح اکٹھی ہو گئی ہے کہ ایک جسم کے ٹکڑوں کی طرح ساری دنیا کی جماعت بن چکی ہے اور کس طرح بے ساختگی کے ساتھ جگہ جگہ سے بے قرار فون آنے لگے۔ ہمارا بھی ذکر کرو، ہمارا بھی ذکر کرو، ہمارا بھی ذکر کرو۔ مشرق سے مغرب سے شمال سے جنوب سے ہر طرف دنیا کے تمام باشندے مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے اس ایک عالمی جسم کے وجود کا ایک حصہ بن چکے تھے۔ حصہ تو تھے لیکن جس شان سے خدا نے ایک وجود کے حصے کے طور پر ان کو دکھایا۔ ایک ایسی کیفیت تھی جس کے لئے نشے کے سوا کوئی لفظ مجھے ملتا نہیں اور دیر تک نشے کی کیفیت رہی"۔

پھر جماعت کو اجتماعیت کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"اس ضمن میں خصوصیت سے آپ کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اکٹھے رہیں۔ آپ نے ایک اجتماع کا مرکز دیکھا تھا اور اجتماعیت کا جو نظارہ آپ کے علم میں تھا مگر اس طرح آنکھوں کے سامنے نہیں ابھرا تھا۔ وہ آنکھوں کے سامنے ابھرا ہے۔ تب آپ کو معلوم ہوا ہے کہ ایک ہاتھ پہ، ایک مرکز پہ اکٹھا ہونا کس کو کہتے ہیں۔ اس لئے آج جو میں نے آپ کے سامنے آیت تلاوت کی ہے اس کا اس مضمون سے تعلق ہے کہ آپ اپنی اجتماعیت کی حفاظت کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رہیں، چمٹے رہیں۔ کوئی ایسی بات نہ کریں جو کسی جگہ بھی جماعت کے ایک وجود میں کسی طرح رخنہ پیدا کرے سکے"۔

خدا تعالیٰ کے اس احسان پر کہ اس نے محض اپنے فضل سے جماعت کو خلافت کے ذریعہ ایک اجتماعیت کی نعمت سے نوازا ہے۔ شکر گزاری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پس وہ خدا کا احسان کہ آپ کو اکٹھے کر دیا آج یہ دوسری صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ آج پھر بھائی بنائے گئے ہو لیکن خدا کی قسم اب جو بنائے گئے ہو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک بنائے رکھے گا تمہیں، اگر تم انکساری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے زندگیاں بسر کرو گے تو اس نعمت کو کوئی تم سے چھین نہیں سکے گا"۔

(خطبہ جمعہ ۵ر اگست ۱۹۹۴ء، الفضل ۲۳ر اگست ۱۹۹۴ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم نعمت کی قدر کرنے کی توفیق بخشے اور اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

اسلام کی ترقی خلافت سے وابستہ ہے

مقالہ خصوصی --- مکرم و محترم مولانا عطاء المجیب راشد

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور)

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیگا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ ان کے لیے اُسے مضبوطی سے قائم کردیگا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لیے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔

قارئین کرام! آج سے چودہ سو سال قبل چشم فلک نے ایک ایسا محیّر العقول نظارہ دیکھا جس کی مثال تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ مطلع عالم پر آفتاب رسالت کا طلوع ہونا تھا کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں غرق دنیا یکدفعہ بقعۂ نور بن گئی۔ باعثِ تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بابرکت ظہور سے گمراہی کے خلاؤں میں بھٹکنے والی انسانیت نے فلاح کی راہ پالی۔ دین اسلام کی صورت میں فیضانِ الٰہی کا وہ چشمہ رواں ہؤا کہ صدیوں کی پیاسی دھرتی سیراب ہوگئی اور بنجر زمینیں روحانیت کی صدا بہار کھیتیوں سے لہلہانے لگیں۔ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعاؤں نے سارے عالم عرب میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کردیا۔ صدیوں کے مردے روحانی طور پر زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ آنکھوں کے اندھے بینا ہوگئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوگئے۔ دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب بپا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔

انسان کامل کی صورت میں خداتعالیٰ کے مظہر اتم کا یہ حسین جلوہ اپنی معراج پر تھا کہ ہمارے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کا وقت آن پہنچا آپ کی رحلت پر وفا کیش صحابہ پر کیا گذری، ان کی حالتِ غم کا اندازہ کرنا کچھ آسان بات نہیں، کہنے والوں نے سچ کہا کہ:

"مدینہ نبی کریم ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے ماہتاب کی طرح روشن ہوگیا اور آج حضور اکرم کی وفات پر اس سے زیادہ تاریک مقام بھی ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔"

شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ ایک عرصہ سے بصارت سے محروم تھے لیکن اس روز پہلی بار انہیں پتہ چلا کہ واقعی ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ کتنا درد اور غم پنہاں ہے ان کے ان اشعار میں جو ان کی زبان پر جاری ہوئے ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ
فَعَمِيْ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ
فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

کہ اے محمد ﷺ! تو تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ آج تیرے مرنے سے میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔ اب تیرے بعد مجھے کیا پرواہ، جو چاہے مرے، مجھے تو تیری ہی موت کا ڈر تھا۔

یہ کربناک کیفیت صرف ایک حسانؓ کے دل کی نہ تھی بلکہ سارے صحابہ ہی غم کے مارے دیوانہ ہو رہے تھے۔ ایک تو یہ غم تھا کہ وہ ماں سے بڑھ کر شفقت کرنے والے پیارے وجود سے محروم ہوگئے ہیں اور دوسرے یہ غم ان کی جانوں کو ہلکان کئے جارہا تھا کہ ہمارے اس محبوب کی مقدس امانت کا اب کون محافظ ہوگا۔ نخلِ اسلام کا کیا بنے گا؟ کون اس کی آبیاری اور حفاظت کرے گا؟ ابھی تو تخم ریزی کا کام ہی ہؤا ہے کون اس کو اپنے خونِ جگر سے سینچے گا اور کون اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا؟ یہ فکر ان کی روحوں کو گداز کر رہا تھا کہ اب اسلام کا دفاع، اس کی اشاعت اور اس کی ترقی کیونکر ہوگی؟ اسلام کی عالمگیر فتح و نصرت اور ترقی و غلبہ کے خدائی وعدے کیونکر پورے ہوں گے؟

تاریخ اسلام کے اس سنگین موڑ پر صحابہ کرام کی حالت یہ تھی کہ وہ ان فکروں کی تاب نہ لا کر جیتے جی موت کی وادی میں اترنے والے تھے کہ صادق الوعد خدا نے اپنے محبوب کی امت کی دستگیری فرمائی اور اس کے دستِ رحمت نے خلافت کے ذریعہ ان کے شکستہ دلوں کو تھام لیا۔ خدائے قادر کا یہ سکینت بخش ہاتھ خلافت کی شکل میں آگے بڑھا اور لرزاں و ترساں دلوں کو سکون و اطمینان سے بھر دیا۔ پژمردہ دلوں میں جان پیدا ہوگئی کہ خدائے حیّ و قیوم نے ایک یتیم اور جاں بلب امت کے سر پر خلافت کا تاج رکھ کر انہیں ایک راہنما عطا کردیا جو ان کے محبوب آقا کا قائمقام اور اس نسبت سے ان کا محبوب آقا قرار پایا صحابہ کے چہرے خوشی سے تمتمانے لگے۔ جسم کو ایک سر مل گیا تھا۔ کارواں کو ایک سالار مل گیا تھا جس کے سر پر خدائی نصرت کا سہرا جگمگا رہا تھا۔ یہ ظہور تھا قدرت ثانیہ کا، یہ انعام تھا خلافتِ راشدہ کا اور یہ تکمیل تھی اس خدائی وعدہ کی جو اسلام کی سربلندی اور غلبہ کے لئے خداتعالیٰ نے مومنوں سے فرمار کھا تھا۔ اس خدائی وعدہ اور اس کے پرشوکت ظہور کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنیئے، آپ فرماتے ہیں :-

"یہ خداتعالیٰ کی سنّت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ انا ورسلی اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کرسکے۔ اسی طرح خداتعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کردیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کردیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کردیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

۱:- اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

۲:- دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔

پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا" وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا " یعنی خوف کے بعد ہم ان کے پیر جمادیں گے۔ (الوصیت)

اللہ تعالیٰ کی یہ زبردست قدرت یعنی قدرت ثانیہ، خلافت کا وہ بابرکت روحانی نظام ہے جس پر نبوت کے بعد اسلام کی ترقی کا انحصار اور اس کے غلبہ کا دارومدار ہے۔ یہی بابرکت نظام نبوت کا قائمقام اور ہر نوع کی ترقیات کی حتمی ضمانت ہوتا ہے۔ یہی وہ موعود آسمانی نظام ہدایت ہے جس کا آیت استخلاف میں مومنوں سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

نظام خلافت کے بارہ میں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت عمدہ وضاحت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلۂ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جاوے بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیّر اور انقلاب پیدا کرے جس کے لئے ظاہری اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ ایک انسان کی عمر بہرحال محدود ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ نبی کے ہاتھ سے صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کے لئے نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں میں یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں۔" (بحوالہ ماہنامہ خالد مئی 1960ء)

نظام خلافت کی عظمت، اس کی حکمت اور برکت کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں فرماتے ہیں:

" خلیفہ در حقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔"

قرآن مجید کی آیت استخلاف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام خلافت جو مومنوں کو بطور انعام عطا کیا جاتا ہے ایک نہایت ہی بابرکت اور عظیم الشان نظام قیادت ہے۔ ایمان اور اعمال صالحہ کے زیور سے آراستہ جماعت مومنین میں یہ نظام خود خدا تعالیٰ کے ہاتھوں قائم کیا جاتا ہے۔ خلافت نبوت کا تتمہ ہے اسی نور کا ظل کامل ہے۔ اس لحاظ سے برکاتِ رسالت اور انوار نبوت کا پورا پورا عکس اس ماہتاب نبوت میں نظر آتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جو امت مسلمہ کے ہر خوف کو امن میں تبدیل کرتا ہے۔ دنیا میں خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کو اس شان سے قائم کرتا ہے کہ مشرکانہ زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ یہ خلافت ہی ہے جو جماعت مومنین کے ایمان اور اعمال صالحہ کی سند بن کر ان کو یکجہتی اور اتحاد کا درس دیتی ہے۔ خلافت وہ حبل اللہ ہے جو ساری امت کو وحدت اور الفت کی لڑی میں پرو کر بنیان مرصوص بنا دیتی ہے۔

خلافت کی برکات میں سے سب سے عظیم الشان نعمت جس کا آیت استخلاف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ وہ استحکام اسلام اور تمکنتِ دین ہے۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں " وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ" کہ خدائے قادر و یگانہ اس بات کا وعدہ اور حتمی اعلان کرتا ہے کہ نظام خلافت کے ذریعہ دین اسلام کو تمکنت اور مضبوطی عطا کی جائے گی اور ساری دنیا میں غلبۂ اسلام کی آسمانی تقدیر خلافت کے ذریعہ پوری شان و شوکت اور جلال کے ساتھ جلوہ گر ہوگی۔ اس تحدی اور واشگاف اعلان میں یہ وعید بھی شامل ہے کہ خلافت کے بابرکت نظام سے الگ ہو کر کسی برکت، کسی ترقی اور کسی کامیابی کا تصور بھی ممکن نہیں۔ جو خلافت کے بابرکت حصار کے اندر ہوں گے کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومے گی اور جو اس نعمت سے منہ موڑیں گے وہ ہمیشہ ناکامی و نامرادی کے خلاؤں میں بھٹکتے رہیں گے۔

اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں صحیح اسلامی خلافت کا نظام یعنی خلافت راشدہ قائم رہی اسلام کو ترقی و غلبہ نصیب ہوا۔ اور جب مسلمان اپنی بدعملیوں کی پاداش میں اس خدائی انعام سے محروم ہوئے تو اس کے ساتھ ہی ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا سورج بھی ڈھل گیا۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ کے مطابق مسلمانوں کو خلافت سے نوازا تو خلافتِ راشدہ کے اس بابرکت دور میں جو اگرچہ صرف تیس سال پر محیط تھا اسلام کی شان و شوکت نہ صرف عرب میں بلکہ دنیا کے طول و عرض میں قائم ہوئی اللہ تعالیٰ نے جماعت مومنین کو جو وعدہ عطا فرمایا تھا کہ " اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" اس وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو ہر میدان میں اور ہر جہت میں کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا۔ کہاں یہ حالت کہ وصال نبوی کے بعد فتنۂ ارتداد نے نوبت یہاں تک پہنچا دی تھی کہ مدینہ کے علاوہ صرف ایک یا دو جگہ پر نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی اور پھر یہ عالم کہ تیس سال کے اندر اندر مشرق میں افغانستان اور چین کی سرحدوں تک، مغرب میں طرابلس اور شمالی افریقہ کے کناروں تک، شمال میں بحر قزوین تک اور جنوب میں حبشہ تک اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ خلافت راشدہ میں اسلام کی اس ترقی اور غلبہ کو دیکھ کر آج بھی دنیا انگشت بدنداں ہے۔

اسلام کی ترقی و عروج کا یہ وہ زمانہ تھا کہ کسی بڑے سے بڑے مخالف کو بھی اس کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اسلام کی شان و شوکت اور مسلمانوں کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان حکومتیں بھی ان کے نام سے لرزتی اور خم کھاتی تھیں۔ حق یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے اس سنہری دور میں اسلام کو وہ عظمت اور سربلندی حاصل ہوئی کہ آج بھی جب کوئی انصاف پسند مؤرخ مڑ کر اس دور پر نظر کرتا ہے تو حیرت کی تصویر بن جاتا ہے۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ صحرائے عرب کے بادیہ نشین فاتح اقوام عالم کیسے بن گئے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ سب خلافت راشدہ کا ثمرہ تھا۔ وہ خلافت راشدہ جس کے ساتھ اسلام کے غلبہ کی تقدیر وابستہ ہے!

خلافت راشدہ کے مبارک دور میں اسلام کی ترقی اور سربلندی کا یہ مختصر تذکرہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ان فتنوں اور مسائل کا کچھ ذکر نہ کیا جائے جو خلافت راشدہ میں اور خاص طور پر اس کے آغاز کے موقعہ پر یکے بعد دیگرے اٹھے اور عظمت خلافت کے سامنے سرنگوں ہو کر رہ گئے۔ ارتداد کا فتنہ اٹھا، مانعین زکوٰۃ نے بغاوت کا علم بلند کیا، منافقین نے امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کو ختم کرنا چاہا، جھوٹے مدعیان نبوت نے قصر اسلام میں نقب زنی کی کوشش کی۔ یوں نظر آتا تھا کہ یہ منہ زور فتنے عظمت اسلام کو پامال کر کے رکھ دیں گے لیکن جس خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق امت مسلمہ کو خلافت کا انعام عطا فرمایا تھا اور جس نے یہ وعدہ فرمایا تھا " وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ " کہ میں اس خلافت کے ذریعہ اپنے اس پسندیدہ دین اسلام کو تمکنت، عظمت اور سربلندی عطا کروں گا۔ اس سچے وعدوں والے خدا نے وقت کے خلیفہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ عزم، حوصلہ اور اقدام کی وہ آہنی قوت عطا فرمائی کہ دیکھتے ہی دیکھتے سب فتنے زیرنگیں ہو گئے اور خرمن اسلام ان بگولوں کی زد سے پوری طرح محفوظ و مامون رہا۔

صرف ایک واقعہ کا معین ذکر کرتا ہوں۔ رسول مقبول ﷺ نے اپنے وصال سے قبل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک لشکر جرار شام کی طرف بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔ لشکر ابھی روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ حالات میں یکدفعہ تغیر پیدا ہو گیا۔ بدلے ہوئے حالات میں بظاہر اس لشکر کو روک لینا ہر لحاظ سے قرین مصلحت نظر آتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی سیاست دانی اور جرأت کا لوہا ایک دنیا مانتی ہے دربار خلافت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ اے خلیفۃ الرسول! حالات کا تقاضا ہے کہ اس لشکر کے بارہ میں کچھ تبدیلی کر دی جائے۔ مرکز کی حفاظت کے خیال سے اس لشکر کو روک لیا جائے۔ خلافت حقہ کی برکت اور عظمت کا اندازہ لگایئے کہ وہ جسے رقیق القلب سمجھ کر کمزور خیال کیا جاتا تھا، ہاں، وہی ابو بکر جسے اب خدا تعالیٰ نے خلافت کا منصب عطا فرما دیا تھا آپ کا جواب یہ تھا کہ اس لشکر کو روکنے کا کیا سوال، خدا کی قسم! اگر پرندے میرے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دیں تو تب بھی میں اپنی خلافت کا آغاز کسی ایسی بات کو روکنے سے نہیں کروں گا جس کا حکم رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں دے چکے ہیں۔ جو بات خدا کا رسول کہہ چکا ہے وہ آخری اور اٹل ہے۔ یہ لشکر جائے گا اور ضرور جائے گا، اور کوئی صورت نہیں کہ اس لشکر کو روکا جائے۔

صحابہ نے پھر باادب عرض کیا کہ کم از کم لشکر کی روانگی میں کچھ تاخیر کر دی جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بھی ناممکن ہے مجھے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اگر مدینہ کی عورتوں کی نعشوں کو کتے مدینہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو ہرگز ہرگز نہیں روکوں گا جس کو رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے تیار فرمایا تھا۔ یہ لشکر ضرور روانہ ہو گا اور فوری طور پر روانہ ہو گا۔

صحابہ نے ایک بار پھر کوشش کی اور پورے ادب سے مشورہ عرض کیا کہ اور کچھ ممکن نہیں تو کم از کم نوعمر اور ناتجربہ کار اسامہ کی جگہ کسی اور تجربہ کار شخص کو امیر لشکر مقرر فرما دیا جائے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے پھر فرمایا کہ ہرگز ممکن نہیں جس کو خدا کے رسول نے مقرر فرمایا ہے ابن ابی قحافہ کی کیا مجال کہ وہ اسے تبدیل کر سکے۔ یہ لشکر اسامہ ہی کی قیادت میں جائے گا اور ضرور جائے گا۔

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ باوجود انتہائی نامساعد حالات کے خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو لفظاً لفظاً پورا کیا جو رسول خدا ﷺ کے مبارک ہونٹوں سے نکلی تھی۔ کتنا ایمان افروز نظارہ تھا جب حضرت ابو بکر خود اس لشکر کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ سے باہر نکلے۔ اسامہ کو سوار کرایا اور خود ساتھ پیدل چلنے لگے۔ اسامہ بار بار عرض کرتے کہ اے خدا کے رسول کے خلیفہ! یا تو آپ بھی سوار ہوں یا مجھے اترنے کی اجازت دیں۔ فرمایا نہیں، نہ یہ ہو گا نہ وہ ہو گا۔ نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تم پیدل چلو گے۔

پس اس شان سے حضرت اسامہ کا لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ خلیفہ وقت کا یہ فیصلہ بہت ہی مبارک اور اسلام کی سربلندی کا موجب ہوا۔ دشمن اتنے مرعوب ہوئے کہ مدینہ پر حملہ کی جرأت نہ کر سکے اور یہ لشکر فتح و نصرت کے ساتھ بانیل مرام مدینہ واپس آیا۔ خلافت راشدہ کے آغاز ہی میں اس پرشوکت واقعہ نے عظمت خلافت کو قائم کر دیا اور ہر شخص پر واضح ہو گیا کہ اسلام کی تمکنت اور دین حق کا غلبہ و استحکام خلافت سے وابستہ ہے۔

خلافت راشدہ کے اس پرشوکت دور کے بعد مسلمانوں کی ناشکری کے سبب خلافت کا انعام اپنی پہلی شکل میں قائم نہ رہا۔ خلافت کی جگہ ملوکیت اور بادشاہت نے راہ پالی اور اس کے ساتھ ہی ان تمام برکات کی بھی صف لپیٹ دی گئی جو خلافت سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اکناف عالم میں اسلام کی جو ترقی اور غلبہ خلافت کے ذریعہ نصیب ہوا تھا، اس دور استبداد و ملوکیت میں اس کا سایہ کھنچنے لگا۔ مسلمانو کی عظمت نے ان کو خیرباد کہا۔ ان کی شان و شوکت ان سے منہ موڑ کر رخصت ہو گئی۔ مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ اور اختلاف اس حد تک بڑھ گیا کہ اتحاد و یگانگت کو یکسر بھلا کر باہم برسرپیکار ہو گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قوم جس نے نبوت کے آفتاب اور خلافت کے ماہتاب سے منور ہو کر ترقی و عروج کی چوٹیوں کو پامال کیا تھا اب تنزل و انحطاط کے قعر مذلت میں جا پڑی۔ اس دور کا ایک ایک دن اور ایک ایک رات اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ امت مسلمہ نے جو پایا تھا وہ خلافت کے طفیل پایا تھا، اس خلافت کو چھوڑا ہے تو اب ان کی جھولی خالی ہو کر رہ گئی ہے۔

قارئین کرام! خلافت راشدہ سے محرومی کے بعد مسلمانوں کی کسمپرسی کی یہ طویل رات کم و بیش ایک ہزار

سال تک جاری رہی ۔ صادق و مصدوق ﷺ کی پیش خبری کے عین مطابق فیج اعوج کے اس زمانہ میں اسلام کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی۔ ایمان ثریا پر جا پہنچا اور کیفیت یہ ہو گئی کہ ؎ رہا دین باقی نہ اسلام باقی

اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور سچے وعدوں والے خدا نے اپنے وعدے کے مطابق اس دور آخرین میں ایک آسمانی مصلح کے ذریعہ احیائے اسلام کی بنیاد رکھی۔ سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی روحانی بعثت ثانیہ کے طور پر مبعوث فرمایا اور امام مہدی اور مسیح موعود کا بلند منصب عطا فرمایا۔ آپ کی آمد کا مقصد یحی الدین و یقیم الشریعۃ کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ احیائے اسلام، قیام شریعت اور تکمیل اشاعت اسلام کے کام کو اس حد تک آگے بڑھانا کہ بالآخر عالمگیر غلبہ اسلام پر منتج ہو بلا استثناء سب مفسرین قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ آیت کریمہ هُوَالَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ میں جس غلبہ اسلام برادیان باطلہ کی پیشگوئی کی گئی ہے یہ غلبہ اپنے پورے جلال اور پوری شان و شوکت کے ساتھ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں ظہور پذیر ہو گا۔

حضرت سید محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "منصب امامت" میں فرماتے ہیں "ظہور دین کی ابتداء پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی تکمیل حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے ہو گی۔" (صفحہ 76)

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔" (الوصیت)

ہم گواہ ہیں اس بات کے کہ اسلام کے اس عالمگیر غلبہ کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں رکھی گئی، اور آپ نے اپنی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ اس مقصد کی خاطر قربان کر دیا خدا تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں رسول مقبول ﷺ کے اس محبوب ترین روحانی فرزند پر جس نے خدمت دین اسلام کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی دینی خدمات کے تفصیلی تذکرہ کا یہ موقع نہیں لیکن میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کے اس پہلوان جَرِیُ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ نے اسلام کی مدافعت، اس کی سربلندی اور ترقی کے لئے ایسی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں کہ اشد ترین مخالفین نے بھی اس کا برملا اعتراف کیا آپ کو اسلام کا فتح نصیب جرنیل قرار دیا اور اقرار کیا کہ آپ نے اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے نہایت مستحکم بنیادیں استوار کر دی ہیں۔

بالآخر آپ کی زندگی میں بھی وہ دن آ گیا جو ہر فانی انسان کی زندگی میں آیا کرتا ہے لیکن آپ نے اپنے وصال سے پہلے یہ بشارت دی کہ خدائے قادر و توانا آپ کے ذریعہ جاری ہونے والے مشن کو ہرگز ناتمام نہیں چھوڑے گا اور غلبہ اسلام کی آسمانی مہم خلافت کے زیر سایہ پھولتی پھلتی اور پروان چڑھتی رہے گی۔ آپ نے فرمایا:-

"یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہو گا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچاوے۔ اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔" (انجام آتھم)

27 مئی 1908ء کا دن وہ تاریخی دن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کے ہاتھوں قائم ہونے والی جماعت احمدیہ کو خلافت کے انعام سے نوازا اور انہیں وہ وسیلہ فتح و ظفر عطا فرمایا جس کے ساتھ اسلام کی ترقی اور غلبہ وابستہ ہے۔ آج اس انعام الٰہی پر 90 برس کا عرصہ پورا ہو چکا ہے۔ خدا گواہ ہے اور ہم اس کے حضور سجدات شکر بجا لاتے ہوئے اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ان 90 سالوں کا ایک ایک دن اس بات پر گواہ ہے کہ خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو وہ عظمت و تمکنت اور وہ عالمگیر ترقی عطا فرمائی ہے جو ایک جاری و ساری زندہ و تابندہ معجزہ کا حکم رکھتی ہے۔

قارئین! خلافتِ احمدیہ کے ذریعہ غلبہ اسلام کی داستان دلنشین اور ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی پرشوکت اور پرعظمت ہے کہ اس کا بیان کرتے ہوئے قلم لڑکھڑاتا ہے اور الفاظ میرا ساتھ نہیں دیتے کہ کس طرح خلافت احمدیہ کے ذریعہ ہونے والی اسلام کی عالمگیر روز افزوں ترقی کو نوکِ قلم پر لاؤں۔ حق یہ ہے کہ خدمت و اشاعت اسلام کا جو بیج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے بویا گیا آج خلافت احمدیہ کے زیر سایہ ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ پاکیزہ کلمہ کی مثال کی طرح اس درخت کی جڑیں اکناف عالم میں مضبوطی سے قائم ہو چکی ہیں۔ اور اس کی شاخوں نے فضا کی وسعتوں کو بھر دیا ہے ہندوستان کی سرزمین سے باہر مشنوں کے قیام کا آغاز خلافت احمدیہ کے دور میں ہوا اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سو ساٹھ ملکوں میں جماعت احمدیہ باقاعدہ طور پر قائم ہو چکی ہے۔ وہ قافلہ جو 40 فدائیوں کے ساتھ روانہ ہوا تھا آج اس کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے اور ہر روز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ قادیان کی گمنام بستی سے اٹھنے والی آواز کی بازگشت آج اکناف عالم میں سنائی دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آواز کو اتنی عظمت اور پذیرائی عطا کی ہے کہ اقصائے عالم کے دانشور اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اسے توجہ سے سنتے اور اس کی صداقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ خلافت کے زیر سایہ تحریک احمدیت نے ایسا عالمگیر تشخص حاصل کر لیا ہے کہ آج دنیا کا کوئی خطہ اس کی برکتوں سے محروم نہیں اور حقیقی معنوں کے اعتبار سے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ عالم احمدیت پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ہر آن اور ہر جگہ عالم احمدیت پر خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا سورج ہمیشہ جلوہ گر رہتا ہے اور خدائی نصرتوں کے زیر سایہ عالمگیر غلبہ اسلام کی یہ موعود صبح لحہ بہ لحہ روشن تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ساری دنیا میں تبلیغی مراکز کا جال بچھانے کے ساتھ ساتھ خلافت احمدیہ کے زیر سایہ اسلامی لٹریچر کی دنیا بھر کی زبانوں میں اشاعت ایک ایسا کارنامہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ لٹریچر کے ضمن میں سب سے اہم قرآن مجید کے تراجم ہیں۔ کیا یہ بات معجزہ سے کم ہے کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں ساری دنیا کے مسلمانوں نے جتنی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کئے تھے اس سے دگنی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم خلافت رابعہ کے چند سالوں کے اندر اندر جماعت احمدیہ پیش کرنے کی سعادت پا رہی ہے۔ قرآن مجید کی منتخب آیات، احادیث اور اقتباسات مسیح —

موعود علیہ السلام دنیا کی ایک سو سے زائد زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اسلامی لٹریچر غیر معمولی کثرت سے شائع اور تقسیم ہو رہا ہے۔ کتب کی نمائشوں کا وسیع سلسلہ اشاعت اسلام میں مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔

اکناف عالم میں مساجد کی تعمیر میں جماعت احمدیہ کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مساجد تعمیر کرنے کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر ہے۔ اسلامی تعلیم کو عمل کے سانچہ میں ڈھالتے ہوئے مغربی اور مشرقی افریقہ میں تعلیمی اور طبی اداروں کا قیام اور انسانیت کی بے لوث خدمت ان علاقوں کے لوگوں کے دل اسلام کے لئے جیت رہی ہے۔ لوٹ کھسوٹ کے اس دور میں غرباء، یتامیٰ اور بیوگان کی بے لوث خدمت کے طور پر انہیں بیوت الحمد عطا کرنے کی سعادت بھی جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔

اسلام کی حرمت و ناموس کی حفاظت اور دفاع میں جماعت احمدیہ نے ہمیشہ ہی صف اول میں مثالی کردار ادا کیا ہے اور جہاں تک اسلام کی عظمت اور ترقی کی خاطر قربانیاں دینے اور دیتے چلے جانے کا میدان ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ ہر دور میں ایمان افروز واقعات سے پر نظر آتی ہے، اشاعت اسلام کی خاطر جان، مال وقت اور عزت کے نذرانے اتارنے والی یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنی قربانیوں سے قرون اولیٰ کے صحابہ کی یاد کو تازہ کر دیا ہے۔ زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا، لیکن یہی پیاری زندگی پیارے اسلام کی خاطر وقف کرنا، اپنے ہونے والے بچوں کو وقفِ نو میں پیش کرنا، تبلیغ اسلام کی خاطر غریب الوطن ہو جانا اور بالآخر راہ جہاد میں شہادت پر کر انہی سرزمینوں میں دفن ہو جانا کلمہ طیبہ کی عظمت کی خاطر ماریں کھانا، بیڑیاں پہننا اور وفور محبت سے انہیں چومنا، اسلام کی محبت کے جرم میں اسیر ان راہ مولا بننا، اور زندگی کے سالہا سال تاریک کوٹھریوں میں گذار دینا، دکھ اٹھانا اور وقت آنے پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے مقدس خون سے داستان وفا رقم کرنا۔

الغرض شاہراہ ترقی اسلام کا کوئی موڑ ایسا نہیں جس پر جماعت احمدیہ پوری شان کے ساتھ مصروف عمل نہ ہو۔ اس شاہراہ کی کوئی بلند سے بلند منزل ایسی نہیں جس پر اسلام کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے احمدی جاں فروشوں کے قدموں کے نشانات نظر نہ آتے ہوں۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو یہ منفرد اعزاز اور سعادت اس وجہ سے عطا فرمائی ہے کہ آج دنیا کے پردہ پر یہی ایک جماعت ہے جو "اَلاَ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ" کی حقیقی مصداق اور ایک واجب الاطاعت امام کے زیر سایہ بنیان مرصوص کا منظر پیش کرتی ہے۔

یہی ایک جماعت ہے جس کو خلافت کی نعمت میسر ہے جو ایک روحانی سربراہ کی آواز پر اٹھنا اور اس کے اشارہ پر بیٹھنا جانتی ہے۔ ہاں ہاں یہ وہی جماعت ہے جس کا امام، جماعت کے افراد سے ماں سے بڑھ کر پیار کرنے والا ہے اور دوسری جماعت کے سب مرد و زن اپنے پیارے امام کے گرد پروانہ صفت طواف کرنے والے ہیں۔ خلافت کی نعمت نے انہیں ایک ہاتھ پر جمع کر کے یہ اعجاز بخشا ہے کہ ایک کروڑ احمدی فدائیوں نے خدمت و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں جس کی توفیق ایک ارب سے زائد مسلمان کہلانے والوں کو نصیب نہیں ہو سکی۔ اس اعزاز اور سعادت کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو خلافت جیسی عظیم نعمت سے نوازا جس کے ساتھ اسلام کی ترقی وابستہ ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اسلام کی ترقی کی خاطر کوشش اور قربانی کی توفیق کا ملنا بھی اس خلافت سے وابستہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

" دیکھو ہم ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں مگر تم نے کبھی غور کیا کہ یہ تبلیغ کس طرح ہو رہی ہے؟ ایک مرکز ہے جس کے ماتحت وہ تمام لوگ جن کے دلوں میں اسلام کا درد ہے اکٹھے ہو گئے ہیں اور اجتماعی طور پر اسلام کے غلبہ اور اس کے احیاء کے لئے کوشش کر رہے ہیں وہ بظاہر چند افراد نظر آتے ہیں مگر ان میں ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ بڑے بڑے اہم کام سرانجام دے سکتے ہیں جس طرح آسمان سے پانی قطروں کی صورت میں گرتا ہے پھر وہی قطرے دھاریں بن جاتی ہیں اور وہی دھاریں ایک بہنے والے دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اس طرح ہمیں زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوتی چلی جا رہی ہے...... اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت کی نعمت عطا کی ہے۔" (الفضل 25 مارچ 1951ء)

اسی طرح فرمایا:

"اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ اسلام نے خلفاء کے ذریعہ ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا۔" (درس القرآن صفحہ 72 مطبوعہ نومبر 1921ء از حضرت المصلح الموعودؓ)

شوکت اسلام کی علمبردار جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ مصائب و مشکلات اور خدائی فضلوں کی تاریخ ہے۔ اس عرصہ میں مخالفت کی آندھیاں چلیں۔ مخالفین نے اپنے ترکش کے سب تیروں کو چلایا اور پہاڑوں جیسی شخصیتوں نے احمدیت سے ٹکر لی لیکن خدائی وعدہ کے مطابق ہمیشہ اور ہر بار حق غالب ہؤا اور باطل نے منہ کی کھائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر خلافت کے بارہ میں شکوک و شبہات نے سر اٹھایا جس کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے صدیقی عزم و جلال کے ساتھ کچل کر رکھ دیا۔

خلافت ثانیہ کے آغاز پر پھر منکرین خلافت نے بھرپور فتنہ پیدا کیا اور علیحدہ ہو کر لاہور کی راہ لی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے باوجود نوعمری کے اس فتنہ کے وقت جماعت کی ایسی اعلیٰ قیادت کی کہ منافقین کی سب چالیں ناکام ہوئیں پھر اسی خلافت ثانیہ کے تاریخی دور میں مصری کا فتنہ اٹھا۔ مستریوں نے فتنہ برپا کر دیا۔ احرار نے جماعت کو مٹانے کے لئے ملک گیر مہم جاری کی۔ تقسیم ملک کا زلزلہ آیا جس نے جماعت کو اپنے دائمی مرکز سے الگ ہو کر ایک نیا مرکز بنانے پر مجبور کیا۔ ابھی جماعت اپنے قدموں پر سنبھل رہی تھی کہ 1953ء میں جماعت کے خلاف ملک گیر طوفان مخالفت برپا ہو گیا۔ حقیقت پسند پارٹی نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندرونی طور پر جماعت کو منتشر اور گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ان فتنوں نے یکے بعد دیگرے سر اٹھایا لیکن ہر بار، ہر فتنہ خلافت کی عظیم چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور منافقین کے ناپاک عزائم خاکستر ہو گئے خدا کے طاقتور ہاتھ نے خلافت کے ذریعہ جماعت کو ترقی اور اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔

خلافت ثالثہ کے دور میں 1974ء ہنگاموں میں مخالفین نے ایک بار پھر سر توڑ کوشش کی کہ جماعت کو ختم

کر سکیں لیکن ہمیشہ کی طرح ناکام و نامراد رہے۔ کئی خوش قسمت احمدیوں کے سر تن سے جدا کر دیئے گئے، ان کی جائیدادیں لوٹ لی گئیں، ان کے گھر جلا دیئے گئے لیکن کوئی ان کے چہرے سے مسکراہٹ نہ چھین سکا۔

خلافت رابعہ کا آغاز ہوا تو خلیفہ وقت کی مقناطیسی شخصیت اور برق رفتاری کو دیکھ کر مخالفین احمدیت کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے مخالفانہ کوششوں کو نقطہ عروج تک پہنچادیا اور 1984ء میں رسوائے زمانہ سیاہ قانون جاری کر کے احمدیت کی ترقی کا راستہ بند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہ ضرور ہوا کہ چند پاکبازوں نے شہادت کا جام پیا اور متعدد اسیران راہ مولا آج بھی کال کوٹھریوں کو بقعہ نور بنائے ہوئے ہیں لیکن خدا گواہ ہے کہ احمدیت کی ترقی پذیر دنیا پر طلوع ہونے والا سورج ہر روز مخالفین کی کوششوں پر ناکامی کی مہریں لگاتا ہے اور وہ جو احمدیت کو مٹا دینے کا عزم لے کر زبانیں دراز کر رہے تھے خدائے قادر و توانا نے ان کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے! کہاں ہے وہ آمر جس نے کہا تھا کہ میری کرسی بہت مضبوط ہے، اور میں احمدیوں کے ہاتھ میں کشکول پکڑا کر رہوں گا، کہاں ہے وہ آمر جس نے فرعون کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کہا تھا کہ میں احمدیت کے کینسر کو مٹا کر دم لوں گا۔ دیکھو ہمارے خدا نے ان دشمنان اسلام کے نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیئے۔ مردان حق، خلفائے احمدیت کی دعاؤں نے نمرودیت کو کچل کر رکھ دیا۔ کوئی تختہ دار پر نظر آیا تو کسی کے جسم کے ذرات خاک کا ڈھیر بن کر صحراؤں میں بکھر گئے! کوئی سننے والا ہو تو سنے کہ احمدیت کے مخالفین کا یہ مقدر ہر دور میں رہا ہے اور مستقبل میں بھی ان کی تقدیر اس سے کچھ مختلف نہیں۔ خلافت کی برکت سے اور خلافت کے زیر سایہ جماعت احمدیہ کے لئے ایک فتح کے بعد دوسری فتح منتظر ہے اور ہمارے مخالفین کے نصیب میں ناکامی اور پھر ناکامی لکھی جا چکی ہے۔

سنو! کہ وہ جو خدا کی تائید سے بولتا ہے، وہ جس کے سر پر خدا کا سایہ ہے، وہ جسے خدا نے اس زمانہ میں کشتی اسلام کا محافظ اور مومنوں کا راہنما مقرر فرمادیا ہے۔ سنو اور توجہ سے سنو کہ وہ کیا فرماتا ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"آئندہ بھی مخالفت ضرور ہو گی اس سے کوئی انکار نہیں کیونکہ جماعت کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ مشکل راستوں سے گذرے اور ترقیات کے بعد نئی ترقیات کی منازل میں داخل ہو۔ یہ مشکلات ہی ہیں جو جماعت کی زندگی کا سامان مہیا کرتی ہیں۔ اس مخالفت کے بعد جو وسیع پیمانے پر اگلی مخالفت مجھے نظر آرہی ہے وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازشیں ہوں گی اتنی ہی بڑی ناکامی ان کے مقدر میں بھی لکھ دی جائے گی۔

مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا۔ میں آئندہ آنے والے خلفاء کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلہ رکھنا اور میری طرح ہمت و صبر کے مظاہرے کرنا اور دنیا کی کسی طاقت سے خوف نہیں کھانا۔ وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا اور دنیا سے ان کے نشان مٹا دے گا۔ جماعت احمدیہ نے بہر حال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی۔" (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29 جولائی 1984ء بر موقع یورپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ)

برادران احمدیت! ہماری کتنی خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ آج دنیا کے پردہ پر صرف احمدیت ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کا بابرکت نظام عطا فرمایا ہے۔ مختلف طرز کے قیادت کے نظام تو نظر آتے ہیں لیکن کوئی ایسا قائد نہیں جس کو خدا نے مقرر کیا ہو۔ کوئی ایسا سربراہ نہیں جس کے سر پر خدا کا سایہ ہو کوئی ایسا نہیں جس کو خدائی مدد اور نصرت کا علم عطا کیا گیا ہو۔ کوئی نہیں جس کے قدموں میں خدائی اذن سے فتوحات بچھتی چلی جاتی ہوں۔

ہم پر خدائے ذوالمنن کا یہ مزید احسان اور کرم ہے کہ ہمیں اس خلافت کے خدام ہونے کا شرف عطا کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم امانت کا امین بنایا ہے۔ ایک عظیم الشان انعام سے نوازا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ سعادت اپنے ساتھ عظیم ذمہ داریاں بھی لے کر آتی ہے۔ یہ انعام ہمیں اطاعت کی دعوت دیتا ہے۔ ایسی اطاعت کہ اپنا کچھ نہ رہے اور ہر حرکت و سکون آقا کے اشارے پر قربان ہونے کو بے تاب نظر آئے۔ یہ انعام ہمیں قربانی اور استقامت کے میدانوں کی طرف بلاتا ہے وہ میدان جن میں قرون اُولیٰ اور اس دور آخرین کے صحابہ کی عظیم الشان قربانیوں کی داستانیں رقم ہیں ان داستانوں کو آج پھر سے زندہ کرنا ہمارا فرض ہے۔

مکہ کی وادیوں میں گونجنے والی حضرت بلالؓ کی صدائے اَحد اَحد کی بازگشت کو دہرانا آج ہمارا ذمہ ہے۔ دیکھو اور سنو کہ اُحد کے شہداء کی روحیں پکار پکار کر تمہیں دعوت دے رہی ہیں کہ جس طرح انہوں نے ہتھیلیوں پر رکھ کر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے اور شمع رسالت پر آنچ نہ آنے دی۔ اسی طرح آج تم بھی پروانہ وار خلافت کا طواف کرو اور وقت آئے اور ضرورت پڑے تو "فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" کا نعرہ لگاتے ہوئے شہادت کی ابدی زندگی کے وارث بن جاؤ۔

اے شمع خلافت کے پروانو! گوش بر آواز آقا بن جاؤ۔ حضرت مقدادؓ نے ایک اعلان کیا تھا اور صحابہ نے اس کے ایک ایک حرف کو سچ کر دکھایا تھا اسی طرح آج تم بھی اس بات کا عزم کرو کہ ہم شمع خلافت کے دائیں بھی لڑیں گے، بائیں بھی لڑیں گے، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ اور دشمنان احمدیت اس وقت تک شمع خلافت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ہماری لاشوں کو روند کر نہ جائیں۔ آیئے ہم خدا تعالیٰ کو حاظر ناظر جان کر ایک بار پھر یہ عہد کریں کہ ہمارے سر تو تن سے جدا ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے جیتے جی کوئی اس شمع خلافت کی طرف بری نیت سے پیش قدمی نہیں کر سکے گا۔ خدا کرے کہ ہم سب کی طرف سے ہمیشہ ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور خلافت احمدیہ کے جاں نثار خدام میں ہمارا شمار ہو (آمین)

لِقَاءُ مَعَ الْعَرَبْ

۲۱ستمبر ۱۹۹۴ء

(مرتبہ: صفدر حسین عباسی)

"لقاء مع العرب" مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (MTA) انٹرنیشنل کے مقبول ترین پروگراموں میں سے ایک نہایت مفید، دلچسپ اور ہردلعزیز پروگرام ہے۔ اس میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عربوں کے سوالات کے جواب انگریزی زبان میں ارشاد فرماتے ہیں اور پھر ان کا عربی ترجمہ پیش کیا جاتاہے۔ اردودان احباب کے استفادہ کے لئے "لقاء مع العرب" کے ان پروگرامز کاخلاصہ **ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر** پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ان پروگراموں کی آڈیو، ویڈیو کیسٹس آپ اپنے ملک کے مرکزی مشن میں قائم شعبہ سمعی بصری سے یا شعبہ آڈیو/ ویڈیو مسجد فضل لندن یو کے سے بھی حاصل کرسکتے ہیں۔(ادارہ)

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مقام اور آپؑ کے مختلف ناموں کی حکمت

حاضرین مجلس میں سے کسی نے بیان کیا کہ مخالفین احمدیت یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنامقام بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیاہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ میں آدم اور موسیٰ ہوں، کبھی اپنے آپ کو یعقوب اور ابراہیم کہتے ہیں۔

حضور ارشاد فرماویںکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہونے والے "الامام المہدی" کامرتبہ اور شان کیا ہے؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس سوال کاجواب میں آنحضرت ﷺ کے اپنے الفاظ میں دیتا ہوں۔ آپؐ نے موعود مہدی اور مسیح کے متعلق کس رنگ میں پیشگوئی فرمائی۔ حضرت انسؓ سے ایک روایت ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ من ادرک منکم عیسیٰ ابن مریم فلیقرأہ منّی السلام.

(مستدرک حاکم کتاب الفتن باب ذکر نفخ الصّور)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے جو کوئی عیسیٰ بن مریم کوپائے تووہ اُسے میر اسلام پہنچائے۔

جس شخص کو آنحضرت ﷺ سلام پہنچانے کے لئے فرمارہے ہیں۔ کیا وہ معمولی شخص ہو سکتاہے!؟ آپؐ نے دوسرے بڑے مجددین کو تو سلام نہیں بھیجا۔

مسلم کی ایک حدیث ہے: عن ابی ہریرۃَ انّہ قال :قال رسولُ اللہ ﷺ واللہ لَیَنزِلَنَّ ابنُ مریمَ حکَماً عادِلاً فَلَیَکسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الخِنزِیرَ وَ لَیَضَعَنَّ الجزیَۃَ.

(مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مریم ضرور بالضرور حکم عدل بن کر تشریف لائیں گے۔ اور لازماً ضرور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کردیں گے۔

اسی طرح طبرانی میں ہے: اَلاَ اِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنِی وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَلاَ رَسُول .وَاَلاَ اِنَّہٗ خَلیفتِی فِی اُمّتِی مِنْ بَعْدِی. اَلاَ اِنَّہٗ یَقْتُلُ الدَّجَّالَ وَ یَقْتُلُ الخِنْزِیْرَ وَ یَضَعُ الجزیَۃَ وَتَضَعُ الحَرْبُ اَوْزَارَھَا۔ (طبرانی فی الاوسط والکبیر)

یعنی فرمایا اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں۔ اور وہ میرے بعد میری امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔ وہ دجال کو اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ کو موقوف کر دے گا اور جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے گی۔ (یعنی مذہبی جنگیں ختم ہو جائیں گی)

آنے والے مسیح کی اتنی بڑی علامتیں اور عظیم کام آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے ہیں کیا یہ معمولی باتیں ہیں اور ان صفات کا حامل کیا معمولی شخص ہوسکتاہے؟

پھر اپنی امت کی حفاظت اور نجات کے تعلق میں آپؐ فرماتے ہیں:

لَنْ یُخْزِیَ اللّٰہُ اُمَّۃً اَنَا اَوَّلُھَا وَ عِیْسٰی ابنُ مَرْیَمَ آخِرُھَا۔(مستدرک حاکم کتاب المغازی باب ذکر فضیلۃ جعفرؓ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا جس کے آغاز میں مَیں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربیؒ لکھتے ہیں کہ:

اِنَّ المَھدِیَّ الَّذِی یَخْرُجُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ یَکُونُ جَمِیْعُ الاَنْبیاءِ تَابِعِیْنَ لَہٗ فِی العُلُومِ وَالمَعَارِف. لِاَنَّ قَلْبَہٗ قَلْبُ مُحَمَّدٍ ﷺ.

(شرح فصوص الحکم صفحہ ۳۵)

یعنی مہدی آخر الزمان کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ علوم اور معارف میں تمام انبیاء اور اولیاء اس کے تابع ہونگے کیونکہ اس کا قلب محمد ﷺ کا قلب ہوگا۔ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ شائد وہ مہدی ایسا ہوگا۔ بلکہ فرمایا یقیناً وہ مہدی ایسا ہوگا۔ علوم و

معارف میں تمام نبیوں کا سردار ہوگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ قَلبُہٗ قَلبُ مُحَمَّدٍ۔ اس کا دل محمد ﷺ کا دل ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جو علم حدیث میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں فرماتے ہیں:

"حَقٌّ لَهُ اَنْ يَنعَكِسَ فِيهِ اَنْوَارُ سَيِّدِالمُرْسَلِيْنَ ﷺ يَزْعُمُ العَامَّةُ اَنَّهُ اِذَا نَزَلَ فِي الاَرْضِ كَانَ وَاحِدًا مِنَ الاُمَّةِ . كَلاَّ بَلْ هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الجَامِعِ المُحَمَّدِيِّ وَ نُسْخَةٌ مُنْتَسَخَةٌ مِنْهُ فَشَتَّانَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اَحَدٍ مِنَ الاُمَّةِ"۔ (الخير الكثير صفحه ۷۲ مطبوعه بجنور)

یعنی مسیح موعود اس بات کا حق دار ہے کہ اس میں سید المرسلین ﷺ کے انوار منعکس ہوں۔ عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب مسیح موعود نازل ہوگا تو محض امتی فرد ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ اسم جامع محمدی کی شرح اور آپؐ کا سچا عکس (True Copy) ہوگا۔ پس کہاں وہ اور کہاں محض ایک امتی۔ پہلے انبیاء نُسخَۃٌ مُنتَسَخَۃٌ کیسے ہو سکتے ہیں؟

یہ ہے مسیح موعود اور امام مہدی کا مقام جو خود آنحضرت ﷺ اور اسلام کے دوسرے بزرگ علماء و اولیاء نے بیان فرمایا ہے۔ اور امتِ مسلمہ کے یہ بزرگ علماء وہ ہیں جنہیں تمام مسلمانوں میں عظیم مرتبہ حاصل تھا اور اب بھی انہیں عزت اور قدر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ جو اہل تشیع کے چھٹے امام اور امت محمدیہ کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کا یہ قول ہے کہ امام مہدی آکر یہ دعویٰ کرے گا:

"يَا مَعْشَرَالخَلاَئِقِ اَلاَ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَنظُرَ اِلَى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ فَهَا اَنَا ذَا اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى مُوسىٰ وَ يُوشَعَ فَهَا اَنَا ذَا مُوسىٰ وَ يُوشع . اَلاَ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَنظُرَ اِلَى عِيسىٰ وَ شَمْعُونَ فَهَا اَنَا ذَا عِيسىٰ وَشَمْعُونَ. اَلاَ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلىٰ مُحَمَّدٍ وَاَمِيْرِالمُومِنِيْنَ (صلوٰت الله عليه) فَهَا اَنَا ذَا مُحَمَّد ﷺ وَاَمِيْرَ المُومنين . اَلاَ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَنظُرَ اِلَى الحسن والحُسَيْن فَهَا اَنَا ذَالحَسَن وَالحُسَيْن وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى الاَئِمَّةِ مِنْ وُلْدِالحُسَيْنِ فَهَا اَنَا ذَالاَئِمَّة"۔

(بحارالانوار جلد ۱۳ صفحه ۲۰۲)

ترجمہ: اے تمام لوگو! سُن لو جو ابراہیم اور اسماعیل کو دیکھنا چاہے تو یاد رہے کہ وہ ابراہیم اور اسماعیل میں ہوں۔ اور جو موسیٰ اور یوشع کو دیکھنا چاہے تو وہ موسیٰ اور یوشع میں ہوں۔ اور جو عیسیٰ اور شمعون کو دیکھنا چاہے تو وہ عیسیٰ اور شمعون میں ہوں۔ اور جو محمدؐ اور امیر المومنین کو دیکھنا چاہے تو وہ محمد ﷺ اور امیر المومنین میں ہوں۔ اور جو حسَن اور حُسین کو دیکھنا چاہے تو وہ حسن اور حسین میں ہوں اور جو نسل حسین میں ہونے والے ائمہ کو دیکھنا چاہے تو وہ ائمہ میں ہوں۔

یہ وہ علامتیں اور صفات ہیں جو آنحضرت ﷺ اور بزرگ اولیاء و صلحاء نے آنے والے مہدی سے متعلق بیان کی ہیں۔ ظاہر ہونے والا امام مہدی اگر ان علامات کا انکار کرتا تو کیا ہم اسے امام مہدی یا مسیح موعود مان سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی ایسا امام مہدی ہو جو ان تمام علامتوں اور صفات سے عاری ہو اور ان کا انکار کرے تو ہر کوئی یہی کہے گا کہ تم کہتے ہو کہ تم یہ نہیں اور تم وہ نہیں۔ جبکہ آنحضرت ﷺ نے امام مہدی کی یہ یہ صفات بیان کی ہیں۔ اگر وہ امامت کا دعویٰ تو کرتا اور یہ دعاوی نہ کرتا تو وہ جھوٹا ثابت ہوتا، نہ کہ سچا۔ اور اس صورت میں ائمہ بھی جھوٹے ثابت ہوتے جنہوں نے یہ پیشگوئیاں کیں۔ پس سچے مسیح موعود پر یہ لازم ہے کہ وہ ان تمام صفات کا اقرار کرے۔

يَضَعُ الْجِزْيَة کا مطلب

حضور نے فرمایا۔ کل کی مجلس میں ایک حدیث پیش کی گئی تھی کہ آنے والا امام مہدی جزیہ موقوف کردے گا۔ یَضَعُ الجِزْیَۃ کا مطلب یہ ہے کہ جو حالات جزیہ کو لازم کرتے ہیں امام مہدیؑ کے زمانہ میں وہ حالات پیدا نہیں ہونگے۔ اس لئے جزیہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

حضور نے فرمایا قبل اس کے کہ میں اس سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ دوں۔ میں آپ سے ایک چھوٹا سا سوال پوچھتا ہوں تاکہ پھر آپ جواب کو اچھی طرح سے سمجھ سکیں۔ اگر خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔ ختم کرنے کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ روحانی اور جسمانی ہر دو لحاظ سے ختم کر دیا۔ کیا آنحضرت ﷺ نے اپنے سے پہلے کسی ایک نبی کو بھی مارا یا قتل کیا تھا؟ یقیناً نہیں۔ تو جب یہ کہتے ہیں کہ ختم کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ آپ ایسے وقت میں آئے جبکہ آپؐ سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود یہ کہیں گے کہ آپؐ نبیوں کے خاتم ہیں۔ اب اسی طرز پر میں اس حدیث یَضَعُ الجِزْیَۃ کی وضاحت کرتا ہوں۔

کیا یضع الجزیہ کا یہ مطلب ہے کہ مسیح موعودؑ یہ کہے گا کہ میں جزیہ کو ختم کرتا ہوں؟ نہیں، یہ ناممکن ہے کہ مسیح موعودؑ اپنی طرف سے ایسی بات کہیں جبکہ قانون جزیہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے نافذ کیا گیا تھا۔ مسیح موعود یا کسی بھی شخص کو یہ اختیار کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری کردہ کسی شرعی نظام کو بند یا ختم کرے۔ مطلب اس کا صاف ہے کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اس جہاد بالسیف کی شرائط پوری نہیں ہونگی جو جزیہ کو لازم کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا مجھے عرب مسلم ممالک کا اتنا علم نہیں۔ آپ لوگ ان ممالک سے آئے ہیں۔ آپ لوگ بہتر جانتے ہیں۔ بتائیں کہ اس وقت کسی بھی مسلمان ملک میں جزیہ کا قانون نافذ ہے؟ حاضرین کے نفی میں جواب دینے پر حضور نے فرمایا نہیں، کسی بھی ملک میں نہیں۔ تو جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اُس وقت سے لے کر آج تک کسی بھی ملک میں خواہ وہ جزیہ کے قانون کو مانتے بھی ہوں، کوئی جزیہ نہیں۔

کیونکہ اب اسلامی جنگوں کی وہ حیثیت نہیں رہی جو محض دین کی خاطر لڑی جارہی ہوں۔ تو جب تک کوئی جنگ اس صورت میں نہیں ہوتی جسے کہ حقیقی اسلامی جہاد بالسیف کہتے ہیں اور کسی ایسے علاقہ پر فتح نصیب نہیں ہوتی جس نے تم سے محض دین کی خاطر جنگ کی ہو اس وقت تک کوئی جزیہ نہیں۔

اسی تعلق میں مخالف علماء کی طرف سے ایک اور الزام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے جہاد کو منسوخ کر دیا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک نظام جو خدا تعالیٰ نے جاری کیا ہو خدا تعالیٰ کی مرضی کے بغیر مسیح موعودؑ آکر خود ہی اس قانون کو ختم یا منسوخ کر دیں۔

آنحضرت ﷺ ہمیں بتاتے ہیں کہ جب مسیح موعود آئے گا اور تم اس وقت اگر لڑائی کا خیال بھی دل میں لاؤ گے تو خدا تعالیٰ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا جو کہیں گے کہ اب تم لڑائی کی سوچ بھی ذہن میں مت لاؤ۔ خدا تعالیٰ منع فرما رہا ہے اور جب خدا تعالیٰ منع فرما رہا ہو تو پھر حضرت مسیح موعودؑ کی کیا مجال ہے کہ وہ کہیں کہ نہیں یہ قرآنی حکم ہے میں تو اسی پر عمل کروں گا اور اے خدا اس بارہ میں میں تیری ہدایت کا انکار کرتا ہوں۔ اور یہ مسیح موعودؑ کو نہیں بتایا گیا بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا جن پر قرآن نازل ہوا۔ آپ بتائیں کہ گزشتہ دو سو سال سے جہاد بالسیف کی ویسی صورت پیدا ہوئی ہے جو جزیہ کو لازم کرتی ہو؟ نہیں۔ تو پھر جزیہ تو خود بخود ختم ہو گیا۔ یا پھر بتاؤ کہ کون سا اسلامی ملک جزیہ لے رہا ہے۔ فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان ایک مدت سے لڑائی ہو رہی ہے۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ فلسطینیوں نے کسی علاقہ پر قبضہ کر کے وہاں جزیہ نافذ کیا ہو؟ نہیں۔ تو پھر کہاں ہے جزیہ؟ ثابت ہوا کہ جزیہ موقوف ہو چکا ہے۔ کیونکہ ان لڑائیوں کی اب وہ صورت نہیں رہی جو جزیہ کو لازم کرتی ہے اس لئے اب کوئی جزیہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ نہیں فرمایا کہ جزیہ نہ لو۔ بلکہ اب حالات ہی ایسے ہیں جو خود بخود جزیہ کو موقوف کر رہے ہیں۔

مردوں کے عورتوں پر قوّام ہونے کا صحیح مفہوم

سوال: مجلس میں حاضر ایک خاتون نے سوال کیا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے "اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ" اس کی اصل تفسیر اور فلاسفی کیا ہے؟

حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم میں جو یہ آیا ہے:

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ"۔ (سورۃ النساء: ۳۵)

یہ بہت اہم آیت ہے۔ اچھا کیا جو آپ نے اس بارہ میں سوال کیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا سوال ہے جو اکثر مغربی اور یورپین ملکوں میں مجالس سوال وجواب کے دوران کیا جاتا ہے۔

عورتوں کے حقوق کے تعلق میں ایک اور آیت ہے جس کی روشنی میں اس آیت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ"۔ (البقرہ: ۲۲۹)۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جہاں تک عورتوں کے حقوق کا تعلق ہے جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ویسے ہی حقوق عورتوں کے مردوں پر بھی ہیں۔ اس آیت کے پڑھنے اور سمجھ لینے کے بعد آیت "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ" سے اس کا بظاہر نظر آنے والا اختلاف قرآن کریم خود ہی حل فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے "بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ" ایک فطری، اصولی اور قانونی برتری ہے، نہ کہ حقوق کی برتری۔

جہاں کہیں بھی میں جاتا ہوں، کینیڈا، امریکہ، تمام یورپین ملکوں اور مغربی ممالک میں کثرت سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ خصوصاً عیسائی لیڈر عورتوں کو یہ سوال کرنے پر اکساتے ہیں اور جرأت دلاتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام میں عورت کو مرد سے کم حقوق دئے گئے ہیں۔ تو میرا جواب ان کو وہی ہوتا ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ تمہارا دل بھی اس بات کو مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔ اور کوئی بھی مساوی حقوق کی تھیوری اس اصولی فرق کو مٹا نہیں سکتی۔ اولمپکس میں ہی دیکھ لو کہ دوڑ میں حصہ لینے والے مرد اور عورتیں کیا مقابلہ میں اکٹھے دوڑتے ہیں؟ کیا مردوں اور عورتوں کے تیراکی کے مقابلے اکٹھے ہوتے ہیں؟ کیا وہ فٹ بال، ہاکی اور کسی بھی کھیل میں اکٹھے کھیلتے ہیں؟۔ اور خاص طور پر امریکن فٹ بال میں کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ عورتیں اور مرد اکٹھے ایک ہی ٹیم میں کھیل رہے ہوں؟۔ یہ سوال کرنے والے مغربی دنیا کے لوگ بھی جانتے ہیں اور اس بات پر گواہ ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو الگ الگ جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ اور قرآن کریم بتاتا ہے کہ مردوں کو حقوق کے لحاظ سے عورتوں پر کوئی برتری اور فضیلت نہیں دی گئی۔ بلکہ فطری استعدادوں اور صلاحیتوں کی بنا پر فضیلت ہے جو خدا تعالیٰ نے عورتوں کی نسبت مردوں میں زیادہ رکھی ہیں۔ اور ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ فطری صلاحتیں کیا ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ۔ مرد اپنی بیوی اور بچوں کے لئے نان نفقہ کا انتظام کرتا ہے اس لحاظ سے جو روٹی کپڑے کا بندوبست کرتا ہے قدرتی طور پر اسے ایک برتری حاصل ہوتی ہے۔ جو ہاتھ کھانا کھلاتا ہے اسے بہر حال قدرتی طور پر ایک فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کہ فرمایا: "اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی" کیونکہ گھر کی تمام مالی ذمہ داریاں مرد کے سپرد ہیں اس لئے میں یہاں کی ان عورتوں کو سمجھاتا ہوں جو کام کرتی ہیں اور آزاد ہوتی ہیں اور ان کے خاوند گھروں میں رہتے اور بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی رو سے ایسے مردوں نے اپنی برتری خود کھو دی۔ اور وہ برتری ان کام کرنے والی عورتوں نے حاصل کر لی ہے۔ اور

پھرایسی صورت میں ان گھروں میں عورت کا حکم چلتا ہے کیونکہ وہ کماتی ہیں۔

تو یہاں دو قسم کی برتری کا ذکر ہے۔ایک قسم برتری کی وہ ہے جو مستقل جسمانی برتری ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت مرد سے نہیں چھین سکتی۔اور وہ ہے بچوں کو پیدا کرنا۔کیا عورت اور مرد اس لحاظ سے برابر ہو سکتے ہیں۔کیا یہ عورتیں کہہ سکتی ہیں کہ یہ انصاف اور عدل کے خلاف ہے کہ صرف عورتیں ہی بچے جنیں۔اب ہم یہ قانون بناتی ہیں کہ آئندہ سے مرد بچے پیدا کیا کریں گے۔برتری کی یہ قسم خدا تعالیٰ کی طرف سے مستقل طور پر مرد کو حاصل ہے کسی انسان کے دائرہ اختیار میں نہیں کہ اس برتری کو اس سے چھین سکے یا تبدیل کر سکے۔

دوسری قسم برتری کی وہ ہے جسے میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور وہ ہے بیوی بچوں کے لئے نان نفقہ کا انتظام۔اور یہ برتری مرد کو اس وقت تک حاصل رہتی ہے جب تک وہ اس ذمہ داری کو نبھاتا ہے۔

شہب کے رُجُوماً لِلشَّیٰطِین ہونے سے مراد

سوال :اللہ تعالیٰ سورۃ الملک میں فرماتاہے:وَلَقَد زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنیَا بِمَصَابِیحَ وَ جَعَلنٰهَا رُجُوماً لِلشَّیٰطِینِ (سورۃ الملک:٦). حضور اس آیت کے مطالب ارشاد فرماویں؟

حضور نے فرمایا یہ ایک عظیم الشان آیت ہے۔اس لحاظ سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے قدرتی حوادث سے انسان کی حفاظت کے سامان کا ذکر فرمایاہے۔اور اس کے اور بھی کئی Connotations ہیں۔میں نے اپنے ایک خطبہ میں اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی اور اس کے بعد بھی کئی مرتبہ اس موضوع پر گفتگو کی ہے لیکن یہ ایسا وسیع مضمون ہے کہ میں ابھی تک اسے مکمل نہیں کر سکا۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ جس Phenomenon کا ذکر کر رہا ہے یہ مادی اور روحانی دونوں دنیاؤں پر اطلاق پاتا ہے۔آپ کو معلوم ہے اس مادی دنیا میں اتباع شہاب کس طرح رونما ہوتا ہے؟اس وقت جب آسمان سے کوئی ٹھوس چیز پتھر یا چٹان جو فضا میں تیر رہی ہوتی ہے، کرۂ ارض میں داخل ہوتی ہے تو اگر خدا چاہے تو یہ چٹان یا پتھر وغیرہ کسی بھی شہر یا جگہ یا آبادی پر یا پھر زمین کے کسی بھی حصہ پر گر کر زمین سے زندگی نابود کر سکتے ہیں اور ایسے بے شمار Objects ہیں۔آپ کو معلوم ہے کیا ہوتا ہے؟ آپ Shooting Stars دیکھتے ہیں۔ایک لمبا سا شعلہ زمین کی طرف لپکتا ہوا نظر آتا ہے۔یہ اس روک اور Resistence کے سبب ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ نے حفاظت کی خاطر زمین کے ارد گرد بنا رکھی ہے۔جب ان آسمانی Objects میں سے کوئی چیز زمین کی اس تہ بتہ حفاظتی روک کو توڑ کر اندر داخل ہوتی ہے تو جل اٹھتی ہے۔ایک اور لمبا سا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی شعلہ زمین پر گر رہا ہے۔یہ تو اس کی تفصیل ہے مادی دنیا کے لحاظ سے۔

بالکل اسی طریق پر یہ اصول روحانی دنیا پر بھی اطلاق پاتا ہے۔جب شیطان صفت لوگ روحانی دنیا میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں اور الٰہی پیغام کو چرانے یا اس میں تحریف کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ خدا تعالیٰ کی استمراری سنت ہے کہ وہ ایسے وقت میں ان شیطانوں کی بیخ کنی کے لئے ان کا پیچھا کر کے انہیں سزا دینے کے لئے اپنے نیک شہسوار نبی یا مجدد یا اولیاء و صلحاء مبعوث کرتا ہے۔ان شیطان صفت لوگوں کو کبھی بھی آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ جیسے مرضی ہے فساد کرتے پھریں۔یہ ہے مجددین کے آنے کی غرض اور حکمت۔جب بھی اسلام کو ضرورت پڑی خدا تعالیٰ نے نہ صرف مجددین بلکہ عظیم علماءِ دین بھی بھیجے جنہوں نے الٰہی تقدیر اور نصرت سے ان شیطان صفت لوگوں کو تہس نہس کر دیا۔خدا تعالیٰ نے ان شیطانوں کو کبھی اجازت نہ دی کہ وہ اس روحانی عالم میں داخل ہو سکیں جسے آنحضرت ﷺ نے خدائی مدد سے اپنے ہاتھوں سے تیار فرمایا تھا۔جب کبھی بھی کسی شیطان نے اسلام کی طرف بری نظر سے دیکھا یا اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوا خدا تعالیٰ نے اسے اپنے شہسواروں کے ذریعہ فوراً سزا دینے کا انتظام کیا۔جیساکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنے وقت میں اسلام کے خلاف اٹھنے والے باغیانہ سروں کو بڑی شدت کے ساتھ کچلا تھا۔تو روحانی لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہیں۔یہ قرآن کریم کی خوبی ہے کہ وہ ایک ہی بات کو مادی و روحانی دونوں جہانوں پر چسپاں کرتا ہے۔اور اس میں کوئی ٹکراؤ نظر نہیں آتا۔ایک ہی قسم کا اصول ہمیں مادی دنیا پر بھی اطلاق پاتا ہوا نظر آتا ہے۔اور وہی اصول روحانی دنیا پر بھی پورا اترتا ہے۔

ایک اور بات جو یہاں یاد رکھنے کے لائق ہے یہ ہے کہ قرآن کریم اس آیت میں اور اس جیسی اور بہت سی آیات میں ایک زبردست سسٹم اور نظام کا ذکر کر رہا ہے۔السماء الدنیا کائنات کا یہ عظیم الشان نظام بس یونہی بے ترتیب اور بغیر کسی انتظام کے چلنے والا کاروبار نہیں ہے بلکہ ایک عظیم الشان ترتیب اور نظام میں بندھا ہوا ہے۔اور السماء الدنیا کے سارے سیارے قانون قدرت کے مطابق چل رہے ہیں۔

اگر دنیائے اسلام بکھر جائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرقہ بندی اختیار کر جائے تو پھر اسے السماء الدنیا کبھی بھی نہیں کہا جا سکتا۔کیونکہ پھر اس روحانی السماء الدنیا کا دائرہ حفاظت ٹوٹ جائے گا۔اور یوں شیطان صفت لوگوں کے لئے فتنہ پردازی اور تخریب کاری کی راہیں کھل جائیں گی۔جس کے ذریعہ وہ اسلام کی عمارت میں دراڑیں ڈالیں گے۔اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے تیار شدہ روحانی نظام ہو۔جیساکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت یہ نظام احمدیت کی شکل میں موجود ہے۔اس کی موجودگی

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

احمدی سائنس دانوں اور ماہرین کو ایک خاص تحریک

سائیکو کینائسز (Psychokinesis)

یا "عمل الترب"

(حمید اللہ، وکیل اعلیٰ تحریک جدید برائے "ادارہ تحقیق عمل الترب")

۱۴ر ستمبر ۱۹۹۸ء کو ایم ٹی اے پر نشر ہونے والے فرنچ زبان کے ایک پروگرام سوال و جواب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ ٹیلی کینائسز (Telekinesis) یعنی ذہنی قوت سے کسی مادی چیز کو حرکت دینے کے متعلق ٹیلی ویژن پر ایک پروگرام نشر ہوا ہے جس میں آخر کار یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اس طرح کی کوئی قوت موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس طرح کے بیان کئے گئے واقعات کی کوئی سائنسی توضیح ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استفسار پر عرض کیا گیا کہ یہ بات امریکن سائنس دانوں کی ایک جماعت نے کہی ہے۔

امریکن سائنس دانوں میں اختلاف

اس سوال کے جواب میں حضور ایدہ اللہ نے نہایت جامع جواب ارشاد فرمایا کہ "امریکن سائنس دانوں کی دیگر متعدد جماعتیں اس کے قطعی برعکس کہتی ہیں۔ آپ کس پر یقین کریں گے؟ آپ جانتے ہیں کہ دنیا دو بڑے گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ دونوں گروہ ایک ہی مشاہدہ سے نتائج بالکل مختلف اخذ کرتے ہیں۔ یہاں بھی وہی معاملہ ہے"۔

حضور نے فرمایا کہ "میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کسی پر یقین کرنے کی بجائے ہمیں اپنے نقطۂ نظر سے خود تحقیقات کرنا چاہئے کیونکہ عین ممکن ہے کہ کچھ لوگ اپنی من پسند سوچ کے مطابق جلد بازی سے کوئی نتیجہ اخذ کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگ ایسے مظاہرے میں بصری فریب مانتے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا مظاہرہ ٹی وی پر نشریاتی دھوکہ دہی ہو"۔

احمدی سائنس دانوں اور ماہرین کو تحریک

فرمایا: "بہت سارے واقعاتی شواہد ہیں جن کی وضاحت آسان نہیں۔ بدقسمتی سے ایسے واقعات کا سائنس دانوں کی غیر جانبدار جماعتوں نے کبھی مطالعہ نہیں کیا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے نقطۂ نظر کے مطابق خود ایسے تجربات اکٹھے کرنے چاہئیں۔ طبعاً احمدی سائنس دان غیر جانبدار اور صاف گو ہونگے۔ چنانچہ ان کے جمع کردہ دستاویزی حقائق کو یقینی انداز میں شائع کیا جا سکتا ہے اور ایسا کر گزرنا بلا شبہ سائنس اور سائیکو کینائسز (Psychokinesis) کے سلسلہ میں گرانقدر خدمت ہوگی"۔

چند مصدقہ شواہد

اس مرحلہ پر حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ "اب میں کچھ ایسے شواہد کی نسبت بتاتا ہوں جو یقیناً چند قابل اعتبار احمدیوں کے ذریعہ حاصل ہوئے مگر افسوس کہ یہ سائنس دانوں کے تنقیدی جائزہ کے لئے میسر نہیں تھے"۔ حضور ایدہ اللہ نے محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب کا بیان کردہ واقعہ پیش فرمایا............"اس واقعہ کو دیکھنے والے کئی اور بھی گواہ موجود تھے جس کی میں نے خود بھی تحقیق کی اسلئے یہ واقعہ صرف ایک ذریعہ سے مذکور نہیں بلکہ متعدد لوگوں نے اسے دیکھا۔ لہٰذا آپ اسے من گھڑت بات نہیں کہہ سکتے اس لئے جہاں تک ہمارا تعلق ہے یہ ایک مصدقہ بات ہے"۔

مری میں ایک ڈاکٹر ہوا کرتے تھے جنہیں یہ ماورائے حواس قوت (E.S.P) حاصل تھی۔ یہ قوت بعض لوگوں میں خداداد ہوتی ہے یعنی وہ اس کے لئے کوئی تگ و دو نہیں کرتے۔ ڈاکٹر صاحب کا بھی یہی معاملہ تھا تاہم انہوں نے اس کی مشق کی اور محسوس کیا کہ ان میں یہ قوت پائی جاتی ہے۔ پھر انہوں نے اس سلسلہ میں طویل ریاضت کی جس پر وقت بھی بہت خرچ ہوتا اور صحت پر بھی گہرا اثر پڑتا تھا۔

ہر تجربہ پر ڈاکٹر صاحب موصوف کا کچھ وزن کم ہو جاتا گویا ان کی کچھ قوت اس چیز میں منتقل ہو جاتی جس پر وہ توجہ مرکوز کرتے۔ مگر یہ ہوتا کس طرح تھا اسکی سائنس دان کوئی توضیح نہیں کر سکتے حتی کہ وہ سائنسدان جو ایسے تجربات کو یقیناً جانتے ہیں اور میں نے ان کی بکثرت کتابیں پڑھی ہیں۔ حالانکہ وہ بڑے پایہ کے سائنس دان ہیں مگر وضاحت کی بات آئی تو وہ کوئی توضیح نہیں کر سکے۔ چنانچہ اب تک یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ ایسا کیوں اور کیسے وقوع پذیر ہوتا ہے۔

ایک معین واقعہ

حضور نے فرمایا کہ "اب میں معین طور پر بتاتا ہوں کہ انہوں نے کیا تجربہ کیا۔ وہ ڈاکٹر میاں صاحب کا دوست تھا اور بعض دیگر دوستوں اور عزیزوں کے سامنے اس نے اپنی اس قوت کا مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے بعض چیزوں مثلاً چمچ پر اپنی توجہ مرکوز کی اور وہ چمچ اوپر بلند ہو کر صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب کی طرف حرکت کرنے لگا مگر جونہی ڈاکٹر نے توجہ کا عمل روکا، چمچ گر گیا۔

انتہائی حیرت انگیز چیز جو اس قسم کے اور

لوگوں سے میں نے دیکھی نہ سنی۔ وہ اتنا اس قوت میں ماہر تھا کہ چینی کی پلیٹ تک کو اٹھا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے مرکوز عمل سے چینی کی ایک پلیٹ (فضا میں) بلند کی جو محترم میاں صاحب کی طرف حرکت کرنے لگی جو میز کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی یہ پلیٹ میز کو عبور کرتے ہوئے دوسری طرف پہنچی وہ ڈاکٹر اپنی توجہ برقرار نہ رکھ سکا۔ یہ عمل انتہائی مشقت طلب تھا اور پلیٹ بھی اتنی وزنی تھی کہ تمام تر ذہنی قوت سے وہ اسے سہار نہ سکا۔ چنانچہ پلیٹ نیچے گری اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے"۔

بحث طلب مسئلہ

حضور نے فرمایا کہ "اب ہمارے سامنے یہ ایک ٹھوس ثبوت ہے کیونکہ ایسے لوگوں کا اپنی قوت توجہ کو استعمال میں لانا عین ممکن ہے۔ سائنس دان اس قسم کے نظام توجہ کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کیمرہ تصویر کشی کرتا ہے تو وہ بھی ایسی فلم بنالیتا ہے۔ پس ایسا محض عمل توجہ کے اثر سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ابھی تک بحث طلب مسئلہ ہے۔ میرا مطلب ہے کہ لوگ اس کی تائید اور مخالفت دونوں طرح کی باتیں کر رہے ہیں تاہم میں تو ایک معین واقعہ کی بات کر رہا ہوں۔ اس کی کیمرہ سے تصویر کشی نہیں ہوئی نہ ہی اس میں کسی چالاکی کا دخل ہے۔ مگر پلیٹ نیچے گری اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ پھر انہوں نے وہ ٹکڑے جمع کئے جو کبھی اپنی اصلی حالت میں جوڑے نہ جاسکے"۔

دربارِ فرعون کے جادوگر

فرمایا کہ "جہاں تک فرعون کے دربار میں جادوگروں کا معاملہ ہے، انہوں نے لوگوں کی نظروں کو فریب دیا یا مسحور کر دیا۔ اور جب اس سحر یا فریب کو الٰہی قدرت نے توڑ دیا تو تمام چھڑیاں، لاٹھیاں اور رسے اپنی اصلی شکل میں لوٹ آئے۔ پس دیکھیں کہ جو میں کہہ رہا ہوں اس کے حق میں یہ ٹھوس ثبوت ہے"۔

مزید تجربات کی دعوت

اس جواب کے آخر میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مزید سائنسی تجربات کی ضرورت ہے تاکہ ویڈیوگرافی کے ذریعہ ہر چیز کے متعلق ہمیں سو فیصد یقین ہو جائے۔ آپ نہیں جانتے کہ وہ کیا کیا کرتب (یا فریب) دکھا سکتے ہیں۔ بعض اوقات وہ کہتے ہیں کہ ویڈیو کیمرہ اس واقعہ کی منظر کشی کر رہا ہے حالانکہ انہوں نے اس واقعہ کو ریکارڈ کر رکھا تھا۔ یہ سب کچھ تو ایسے ہی چلتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمیں خود اپنے ہی تجربات کرنے چاہئیں جن میں سو فیصد ایمانداری موجود ہو"۔

ہمارا نقطۂ نظر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ٹیلی کینائسز کے متعلق اس اہم سوال کا نہایت جامع جواب دیتے ہوئے تحریک فرمائی کہ:

"ہمیں اپنے نقطۂ نظر کے مطابق خود ایسے تجربات اکٹھے کرنے چاہئیں۔ طبعاً احمدی سائنس دان غیر جانبدار اور صاف گو ہونگے۔ چنانچہ ان کے جمع کردہ دستاویزی حقائق کو یقینی انداز میں شائع کیا جاسکتا ہے اور ایسا کر گزرنا بلاشبہ سائنس اور سائیکو کینائسز کے سلسلہ میں گرانقدر خدمت ہو گی"۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمارا نقطۂ نظر کیا ہے؟ خوش قسمتی سے بانی جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہمارا نقطۂ نظر خوب واضح ہے۔ آپؑ کی معروف کتاب ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۱ سے ۲۶۳ تک حاشیہ میں ایک تفصیلی نوٹ سے چند اقتباسات ذیل میں درج ہیں تاہم مضمون کو پوری طرح سمجھنے کے لئے مکمل نوٹ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ آپ نے اس علم اور فن پر تبصرہ کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کی دعا اور معجزات کا امتیاز بھی واضح فرمایا ہے۔ نیز فرمایا کہ الہامی طور پر آپ کو اس کا نام **عمل الترب** بتایا گیا ہے۔ اس موضوع پر آپ کے ارشادات آپ کی بعض دیگر کتب اور ملفوظات میں بھی بیان ہیں۔

ا...... "عمل الترب" الہامی نام ہے:

"یہ جو میں نے مسمریزی طریق کا عمل الترب نام رکھا.......... یہ الہامی نام ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ عمل الترب ہے اور اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا" ھٰذَا ھُوَ التِّربُ الَّذِیْ لَایَعْلَمُوْنَ" یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ اپنی ہر یک صفت میں واحد لاشریک ہے اپنی صفات الوہیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا"۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)

"عمل الترب" پر "تذکرہ" میں اہم نوٹ

تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۱۸۰ پر ایک اہم تشریحی نوٹ درج ہے جو من وعن پیش خدمت ہے:

"ترب کے معنی لغت میں ہم عمر یا مثیل کے لکھے ہیں۔ مگر اس لفظ میں تراب کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "وَاَمَّا التُّرَابُ فَاعْلَمْ اَنَّ ھٰذَا اللَّفْظَ مَاخُوْذٌ مِنْ لَفْظِ التِّرْبِ. وَ تِرْبُ الشَّیْءِ الَّذِیْ خُلِقَ مَعَ ذٰلِکَ الشَّیْءِ عِنْدَ اَھْلِ الْعَرَبِ. وَقَالَ ثَعْلَبُ تِرْبُ الشَّیْءِ مِثْلُہٗ وَمَا شَابَہٗ شَیْئًا فِی الْحُسْنِ وَالْبَھَاءِ. فَعَلٰی ھٰذَیْنِ الْمَعْنَیَیْنِ سُمِّیَ التُّرَابُ تُرَابًا لِکَوْنِھَا فِیْ خَلْقِھَا تِرْبَ السَّمَآءِ. فَاِنَّ الْاَرْضَ خُلِقَتْ مَعَ السَّمَآءِ فِی ابْتِدَاءِ الزَّمَانِ. وَ تَشَابَھَا فِیْ اَنْوَاعِ صُنْعِ اللّٰہِ الْمَنَّانِ"۔

(انجام آتھم صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ حاشیہ)

(ترجمہ از مرتب) : لفظ تراب ترب سے ماخوذ ہے اور عربوں کے نزدیک ترب الشئی کے معنی ہیں وہ چیز جو اس کے ساتھ پیدا ہو۔ اور ثعلب کا قول ہے کہ کسی چیز کی ترب وہ ہے جو خوبی میں اس کی مانند ہو۔ پس ان دونوں معنوں کی رُو سے مٹی کا نام تراب اس لئے رکھا گیا کہ وہ پیدائش میں آسمان کی ہم عمر یا مثیل ہے کیونکہ زمین ابتدائی زمانہ میں آسمان کے ساتھ ہی پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صنعت کے اقسام میں مشابہ ہیں"۔

پس اس رُو سے وحی الٰہی میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ علم زمینی ہے نہ کہ آسمانی۔ اسے وہی لوگ استعمال کرتے ہیں جو روحانیت سے کم حصہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

"اولیاء اور اہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں۔ مگر بعض لوگ اپنی ولایت کا ایک ثبوت بنانے کی غرض سے یا کسی اور نیت سے ان مشقوں میں مبتلا ہو گئے تھے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۰ حاشیہ)

اور علم الترب یا مسمریزم وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان بعض طبعی قواعد کے تحت اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر کسی حد تک انہیں گویا اپنے مماثل کر دکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک مسمریزم دوسرے شخص سے وہی بات کہلواتا یا دکھلاتا ہے جو خود کہتا یا دیکھنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس علم کی قوت سے بے جان چیزوں سے بھی وہ حرکات صادر ہوتی ہیں جو زندوں سے تعلق رکھتی ہیں۔
چونکہ اس علم میں روح طبعی سے کام لیا جاتا ہے اور یہ کسی حد تک اپنی ظاہری صورت میں روحانی علم سے مشابہت رکھتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے گویا اس کا مثیل ہے۔ مگر دراصل یہ زمینی ہے نہ کہ آسمانی جس کا وحی الٰہی نے انکشاف فرمایا۔ حقیقت میں اس علم کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ایک دنیادار اور بدعمل انسان بھی اس علم میں ویسے ہی مہارت پیدا کر سکتا ہے جیسے مومن متقی۔

ترب کے دوسرے معنی ہم عمر کے ہیں۔
جب ہم عمل الترب کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اسکی عمر بھی مذہب کی ہم عمر معلوم ہوتی ہے۔ جب سے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہو کر آسمانی تعلیم پیش فرماتے رہے ہیں انکے مقابل مادی علوم کے دلدادے نفسیاتی علوم کے ان شعبدات کے ذریعہ ہمیشہ عوام کو اپنی طرف مائل کر کے آسمانی تحریک سے روکتے رہے ہیں اور اپنے زمانہ کے نبی کو بھی انہی زمینی علوم کا حامل ظاہر کر کے اسے ساحر کہتے آئے ہیں۔ (مرتب)

عمل الترب کے عجائبات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

"عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔ انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بے جان ہے ڈال سکتی ہے۔ تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتی ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں۔ راقم رسالہ ہذا نے اس علم کے بعض مشق کرنے والوں کو دیکھا ہے جو انہوں نے ایک لکڑی کی تپائی پر ہاتھ رکھ کر ایسا اپنی حیوانی روح سے اسے گرم کیا کہ اس نے چارپایوں کی طرح حرکت کرنا شروع کر دیا اور کتنے آدمی گھوڑے کی طرح اس پر سوار ہوئے اور اس کی تیزی اور حرکت میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مشق رکھنے والا مٹی کا ایک پرندہ بنا کر اس کو پرواز کرتا ہوا بھی دکھادے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا گیا کہ اس فن کے کمال کی کہاں تک انتہا ہے اور جبکہ ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ اس فن کے ذریعہ سے ایک جماد میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جانداروں کی طرح چلنے لگتا ہے تو پھر اگر اس میں پرواز بھی ہو تو بعید کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جاوے وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بے جان اور جماد ہوتا ہے۔ صرف عامل کے روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لاتی ہے"۔

(ازالہ اوہام ، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۶)

ب...... "اس جگہ یہ بھی جاننا چاہئے کہ سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالنا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں۔ ہر یک زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعہ سے سلب امراض کرتے رہے ہیں اور مفلوج، مبروص، مدقوق وغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے رہے ہیں۔ جن لوگوں کے معلومات وسیع ہیں وہ میرے اس بیان پر شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض فقراء نقشبندی و سہروردی وغیرہ نے بھی ان مشقوں کی طرف بہت توجہ کی تھی اور بعض ان میں یہاں تک مشاق گزرے ہیں کہ صدہا بیماروں کو اپنے یمین و یسار میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا کر دیتے تھے اور محی الدین ابن عربی صاحب نے بھی اس میں خاص درجہ کی مشق تھی۔ اولیاء اور اہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں مگر بعض لوگ اپنی ولایت کا ایک ثبوت بنانے کی غرض سے یا کسی اور نیت سے ان مشغلوں میں مبتلا ہو گئے تھے"۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۷)

ج...... "ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ عمل الترب کے ذریعہ سے پھونک کی ہوا میں وہ قوت پیدا ہو جائے جو اس دخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ صانع فطرت نے اس مخلوقات میں بہت کچھ خواص مخفی رکھے ہوئے ہیں۔ ایک شریک صفات باری ہونا ممکن

نہیں اور کونسی صنعت ہے جو غیر ممکن ہے"۔
(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۶۲)

انبیاء علیہم السلام کی دعا اور معجزات

الف......: "توجہ اور انبیاء علیہم السلام کی دعا میں عظیم الشان فرق ہوتا ہے وہ توجہ جو مسمریزم والے کرتے ہیں وہ ایک کسب ہے اور وہ توجہ جو دعا سے پیدا ہوتی ہے ایک موہبت الٰہی ہے۔ نبی جبکہ بنی نوع کی ہمدردی سے متاثر ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی فطرت کو ہمہ توجہ بنا دیتا ہے اور اس میں قبولیت کا نفخ رکھ دیتا ہے"۔(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۹۱)

ب......: "معجزہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایک امر خارق عادت یا ایک امر خیال اور گمان سے باہر اور امید سے بڑھ کر ایک اپنے رسول کی عزت اور صداقت ظاہر کرنے کے لئے اور اس کے مخالفین کی عجز اور مغلوبیت جتلانے کی غرض سے اپنے ارادہ خاص سے یا اس رسول کی دعا اور درخواست سے آپ ظاہر فرماتا ہے مگر ایسے طور سے جو اس کی صفاتِ وحدانیت و تقدس و کمال کے منافی و مغائر نہ ہو اور کسی دوسرے کی وکالت یا کارسازی کا اس میں کچھ دخل نہ ہو"۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۶۱)

ج......: بہت لوگ اس وسوسہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی نبی کے دعا کرنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی جماد جاندار بن جائے تو اس میں کون سا شرک ہے۔ ایسے لوگوں کو جاننا چاہئے کہ اس جگہ دعا کا کچھ ذکر نہیں اور دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ جلشانہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور دعا پر جو فعل مترتب ہوتا ہے وہ فعل الٰہی ہوتا ہے نبی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا اور نبی خواہ دعا کرنے کے بعد فوت ہو جائے نبی کے موجود ہونے یا نہ ہونے کی اس میں کچھ حاجت نہیں ہوتی۔ غرض نبی کی طرف سے صرف دعا ہوتی ہے جو کبھی قبول اور کبھی ردّ بھی ہو جاتی ہے۔(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۶۲)

دلچسپی رکھنے والے احباب

سیدنا حضرت مسیح موعود کے ارشادات میں اس علم کے خدوخال واضح ہیں۔ دوسری طرف سائنسدان اور مختلف علوم کے ماہرین نت نئی معلومات سامنے لا رہے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں نفسیات، حیاتیات، طبیعات نیز علم توجہ، مسمریزم اور ہپناٹزم وغیرہ میں دلچسپی رکھنے والے دوست بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں حضور کی منظوری سے "ادارہ تحقیق عمل الترب" کے نام سے خاکسار کی زیر نگرانی معلومات جمع کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ جو احباب اس بارہ میں کچھ معلومات یا تجربہ رکھتے ہیں وہ اپنی معلومات اور تجربات سے مطلع فرمائیں تاکہ مصدقہ اور قابل اعتبار حقائق و شواہد ایک جگہ جمع ہو سکیں۔

اللہ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو پسند کرتا ہے۔ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے اور کرم کو پسند کرتا ہے۔ سخی ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے۔
پس تم اپنے صحنوں کو صاف ستھرا رکھا کرو۔ پھر فرمایا یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔
(جامع ترمذی ابواب الاستیذان باب فی النظافۃ)

صفائی کی تلقین

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا
اگر میری امت پر گراں نہ گزرتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب السواک)

محرم کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر کثرت سے درود بھیجیں

حقیقی توبہ کے لئے جسمانی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے

دانتوں کی صفائی اور نرم برش استعمال کرنے کے بارے میں اہم نصائح کا بیان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 2۔اپریل 99ء بمقام بیت الفضل لندن کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

لندن۔2۔اپریل 1999ء۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج یہاں بیت الفضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے احباب جماعت کو محرم کے ایام میں خصوصیت سے درود شریف پڑھنے کی طرف متوجہ فرمایا۔نیز جسم اور دانتوں کی صفائی اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔
حضور ایدہ اللہ کا یہ خطبہ معمول کے مطابق ایم ٹی اے نے بیت الفضل سے لائیو ٹیلی کاسٹ کیا۔اور دیگر کئی زبانوں میں رواں ترجمہ بھی نشر کیا گیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا ابھی جو قربانیوں کی عید گزری ہے اس کا تعلق خانہ کعبہ سے ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ہر آنے جانے والے کے لئے خانہ کعبہ کو پاک وصاف رکھو۔اس سے دل کی بھی پاکیزگی مراد تھی اور جسم کی بھی۔حضرت صاحب ایدہ اللہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے صفائی کے اصول بیان فرماتے ہوئے سورہ مدثر کی تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ بیان فرمایا کہ اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ کھڑا ہو اپنے رب پر توجہ مرکوز رکھ اور بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں یعنی اپنے قریبی ساتھیوں پر نگاہ رکھ ان کو بہت پاک کر اور بار بار انکی پاکیزگی کے ذرائع اختیار کر۔اور ناپاکی سے کلیتہً الگ ہو جا۔

حضور نے سلسلہ کلام کو آگے بڑھانے سے پہلے فرمایا کہ محرم کے دن شروع ہونے والے ہیں۔اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر کثرت سے درود بھیجیں۔حضور نے فرمایا مسلسل درود بھیجنا تو یوں بھی فطرت ثانیہ ہونی چاہئے۔مگر محرم کے دردناک دنوں میں تو درود بھیجنا لازم ہو جاتا ہے۔سفر و حضر میں جب بھی موقع ملے۔دل کی گہرائی سے محرم کا تصور کر کے دل کے درد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود بھیجیں۔

حضور ایدہ اللہ نے احادیث کے حوالے سے صفائی کا مضمون جاری رکھتے ہوئے فرمایا حدیث میں ہے کہ طہارت پاکیزگی اور صاف ستھرا رہنا ایمان کا حصہ ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا ظاہری بدن کی پاکیزگی بھی دل کی پاکیزگی کے لئے ضروری ہے دل پاک ہو تو بدن بھی پاک ہو جاتا ہے۔ترمذی کی ایک حدیث کے حوالے سے فرمایا اللہ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے 'صاف ہے صفائی کو پسند کرتا ہے 'کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے 'سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے 'اپنے صحنوں کو صاف رکھو۔نیز فرمایا یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ابن ماجہ کی ایک حدیث کے حوالے سے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسواک کیا کرو یہ منہ کو صاف رکھتی ہے اور رب کی رضا کا موجب ہے۔جبرئیل جب بھی میرے پاس آتے مسواک کی تلقین کرتے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مسواک کرنا فرض نہ قرار دے دیا جائے۔

حضرت صاحب نے فرمایا مسواک خاص سمت میں کرنے کا ارشاد ہے۔یعنی اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر۔اس سے دانت بھی مضبوط ہوتے ہیں اور مسوڑھے بھی۔حضرت صاحب نے فرمایا مسواک نئی اور نرم استعمال کرنے کا ارشاد ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ برش نرم ہو۔ماہر ڈاکٹروں کا تیار کردہ ہو۔اگر ان باتوں پر عمل کیا جائے تو بڑھاپے تک بھی دانت ٹھیک رہتے ہیں۔حضور نے اپنی مثال بیان فرمائی کہ اس عمر میں بھی میرے دانت مضبوط ہیں۔ایک حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت کے لئے مشقت نہ ہوتی تو میں ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم دے دیتا۔حضرت صاحب نے فرمایا منہ کی صفائی ہو تو ازدواجی تعلقات بھی بہتر ہوتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا جب منہ کی مہک کی بات ہو تو معدے کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔اگر کھانا صحیح چبا کر نہ کھایا جائے تو انتڑیوں کے ذریعے خون میں بو شامل ہو جاتی ہے جو پھیپھڑوں کے ذریعے منہ میں آجاتی ہے۔پھر اگر لاکھ دانت اور منہ صاف رکھیں بو نہیں جائے گی۔حضور ایدہ اللہ نے ایک حدیث کے حوالے سے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز سے پہلے بھی مسواک کرتے تھے۔حضور نے ایک دردناک حدیث بیان فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے جو آخری کام کیا وہ مسواک کے ذریعے منہ کی صفائی تھی۔اور اس کے بعد اللھم الرفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔حضور ایدہ اللہ نے جمعہ کے دن غسل کرنے اور خوشبو لگانے کی احادیث بیان کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود کے ارشادات بیان فرمائے جن میں حضرت مسیح موعود نے ہر قسم کی جسمانی اور روحانی پاکیزگی اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا احمدیوں کا شیوہ ہونا چاہئے کہ بدن کو 'گھر کو 'گلی کو 'چہرہ کو صاف رکھیں کوئی پلیدی یا میل کچیل نہ ہو۔غسل کرتے رہیں۔گھروں کو صاف کرنے کی عادت ڈالیں آخر میں حضور ایدہ اللہ نے اللہ کی راہ میں دکھ اٹھانے والے مظلوم احمدیوں کی تکالیف دور ہونے 'ظالموں سے نجات پانے کے لئے دعا کی تلقین فرمائی۔اور اس مقصد کے لئے درود شریف کا ورد کرتے رہنے کی نصیحت فرمائی۔

اہم امور میں مشاورت سے متعلق

اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(محمد طاہر ندیم)

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُم وَلَو كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُم وَاسْتَغْفِرْ لَهُم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ. فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾

(آل عمران:۱۶۰)

اور تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے (ہی) جو اللہ کی طرف سے (تجھے دی گئی) ہے۔ ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تو بد اخلاق ہوتا اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔ پس تو انہیں معاف کر دے اور ان کے لئے (خدا سے) بخشش مانگ اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ (لیا) کر۔ پھر جب تو (کسی بات کا) پختہ ارادہ کرلے تو اللہ پر توکل کر۔ اللہ توکل کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔

سیرت نبویؐ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حکم الٰہی "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" کی تعمیل میں ہمیشہ صحابہ کرام سے اہم امور میں مشورہ طلب فرمایا کرتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ بعض صحابہ نے بعض امور میں اجتماعی فائدہ کے پیش نظر از خود بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنی رائے کو پیش کیا اور اس کے درست ہونے کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے اس کو قبول فرمایا یہ بھی "وَشَاوِرْهُمْ" ہی کی ایک صورت ہے۔ آیئے اب سیرت نبوی سے اس خلق عظیم کے چند نمونے ملاحظہ کرتے ہیں۔

جنگ بدر کے موقعہ پر جب آنحضرت ﷺ کو قریش مکہ کے مسلمانوں کی طرف جنگ کی نیت سے نکلنے کی خبر ملی تو آپؐ نے صحابہ سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب فرمایا۔ مہاجرین نے اس موقعہ پر بہت اچھی بات کی اور ان میں سے حضرت مقداد بن عمروؓ نے کہا: اے رسول خدا، آپ وہی کریں جس کا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ سے ویسا سلوک ہرگز نہیں کریں گے جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ جب انہوں نے کہا کہ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو ہم تو یہاں سے نہیں ہلنے والے۔ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو نہ روندلے"۔ اس پرجوش تقریر پر آپؐ بہت خوش ہوئے اور حضرت مقداد کو دعا دی۔

اس کے بعد آپؐ نے دوبارہ اپنا وہی جملہ دہرایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ درحقیقت آپؐ انصار کی رائے لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ بولے: "یارسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے برحق ہونے کی تصدیق کی ہے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ جو تعلیم آپ لے کر آئے ہیں وہ سچی تعلیم ہے اور اس پر کاربند رہنے اور آپؐ کی اطاعت کرنے پر ہم نے آپؐ سے عہد و پیمان کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپؐ جو کرنا چاہتے ہیں کریں ہمیشہ آپؐ ہمیں اپنے ساتھ پائیں گے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر آپ ہمیں اپنے ساتھ اس سمندر میں بھی کودنے کو کہیں گے تو ہم میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو سمندر کی لہروں کا سینہ چیر کر آپؐ کے ساتھ نہ ہولے۔ اے رسول خدا! آپ کا ہمیں دشمن کے سامنے لا کھڑا کرنا ہمیں ہرگز ناگوار نہیں گزرا۔ ہم تو جنگوں میں ڈٹ کر مقابلہ کرنے والی قوم ہیں۔ اور شاید اب وہ وقت بہت قریب ہے جبکہ خدا تعالیٰ آپؐ کو ہماری طرف سے فدائیت کے وہ نظارے دکھلا دے گا جس سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی"۔ حضرت سعدؓ کی اس پر ایمان اور پرجوش تقریر کو سن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے۔

(السيرة النبوية لابن ہشام. الجزء الثانی صفحه ۲۶۶، ۲۶۷۔ دارالقلم بیروت ۔ الطبعه الاولیٰ ۱۹۸۰ء اور تاریخ الطبری لابی جعفر الطبری الجزء الثانی صفحه ۴۳۴ دارسویدان بیروت طبعه ۱۹۷۰ء)

☆......☆......☆

جنگ بدر میں ہی جب کفار مکہ نے بدر کی وادی کے عدوۂ قصوی پر ڈیرہ ڈالا تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے ساتھ ماءِ بدر کے قریب پڑاؤ فرمایا۔ اس موقعہ پر حضرت حباب بن المنذرؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا، یارسول اللہ کیا اس مقام پر قیام کرنے کا حکم خدا نے آپ کو دیا ہے کیونکہ اگر ایسا ہے تو پھر اس جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے یا کہ پھر یہ آپ کی رائے ہے اور جنگی حربہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا بلکہ یہ رائے ہے اور جنگی حربہ ہے۔ اس پر حبابؓ نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ جگہ ہمارے ٹھہرنے کی نہیں ہے بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ہمیں پانی کے اس کنارے پر پڑاؤ کرنا چاہئے جو کفار کے نزدیک ہے۔ اس طرح ہم پیچھے کی جانب زمین کھود کر حوض بنالیں گے اور پانی اس میں سٹور کرلیں گے۔ یوں جنگ کے دوران ہم تو پانی پی سکیں گے جبکہ وہ اس سے محروم رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا چنانچہ آپ اٹھے اور وہی جگہ قیام کے لئے اختیار فرمائی جس کی طرف حبابؓ نے اشارہ کیا تھا۔ اور فرمایا اے حبابؓ تمہاری رائے واقعی بہت اچھی ہے۔

(السيرة النبوية لابن ہشام. الجزء الثانی صفحه ۲۷۲۔ دارالقلم بیروت۔ الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۰ء ۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثانی صفحه ۱۱ دار الکتب العلميه الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۰ء)

☆......☆......☆

جنگ بدر میں اسلحہ سے لیس کفار کے حشد کبیر کے مقابلہ میں مٹھی بھر مسلمانوں اور قلت سامان حرب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔ اس غزوہ میں جہاں مشرکین کے بڑے بڑے سردار مارے گئے وہاں ان کی ایک بڑی تعداد قیدیوں کی صورت میں مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ اب ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اس معاملہ میں حضور ﷺ نے ایک دفعہ پھر صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ اس کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مشورہ تھا کہ ان قیدیوں کے ورثاء سے فدیہ لے کر ان کی جان بخشی کر دی جائے۔ یوں جہاں فدیہ کے مال سے دشمن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی قوت میں مزید اضافہ ہوگا وہاں یہ بھی امید ہو گی کہ ان رہا شدہ قیدیوں کو شاید اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے اور یہ اسلام قبول کرلیں۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان لوگوں نے خدا کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے اور یہ سب آئمۃ الکفر ہیں لہذا ان کا قتل کرنا ہی بہتر ہے۔

آنحضرت ﷺ نے دونوں مشورے سنے اور رحمت کا پہلو اختیار کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی رائے کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا۔

(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب امداد الملائكة فی غزوة بدر و اباحة الغنائم حدیث نمبر ۱۷۶۳ ۔ اور تاریخ طبری الجزء الثانی صفحه ۴۷۴،۴۷۵ دارسویدان بیروت طبعة ۱۹۷۰)

☆......☆......☆

جنگ احد کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ پھر صحابہ سے فرمایا کہ مجھے مشورہ دیں کہ کیا کریں؟ آیا ہم مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا سامنا کریں یا پھر مدینہ میں ہی رہیں اور اگر دشمن اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کا مقابلہ کریں۔ اس سلسلہ میں اکثر بزرگ صحابہ نے یہی مشورہ دیا کہ مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے۔ جبکہ صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے جو کہ جنگ بدر میں شمولیت کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے، مدینہ چھوڑنے اور باہر نکل کر دشمن سے لڑنے کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہمیں لے کر دشمن کی طرف نکلیں تا کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم بزدل اور کمزور ہیں۔ آنحضرت ﷺ بذات خود مدینہ میں رہ کر دفاع کرنے والی رائے کے حق میں تھے۔ لیکن مدینہ سے نکلنے والی رائے کے حامی صحابہ کے مسلسل اصرار کرنے پر آپؐ نے اسے قبول فرمالیا۔ چنانچہ اپنے گھر تشریف لے گئے، زرع پہنی، اپنا اسلحہ اٹھایا اور نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ دوسری طرف مدینہ سے نکلنے پر اصرار کرنے والے صحابہ کو شاید اپنی غلطی کا احساس ہوا لہذا جب آپؐ باہر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید ہم نے بے جا اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے اب اگر آپ پسند فرمائیں تو بے شک مدینہ میں ہی رہیں اور ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہاں پر "فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" کا عظیم الشان نظارہ دیکھنے میں آیا۔ جبکہ آپؐ نے فرمایا: "کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ اگر اس نے جنگ کی غرض سے اپنی زرع پہن لی ہو تو پھر جنگ کئے بغیر اس کو اتار دے"۔

(السيرة النبوية لابن ہشام الجزء الثالث صفحه ۶۷، ۶۸۔ اور مسند احمد بن حنبل الجزء الثالث صفحه ۳۵۱ المکتب الاسلامی۔ الطبعه الخامسه ۱۹۸۵ء)

☆......☆......☆

جنگ خندق کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ کو قریش مکہ اور دیگر احزاب وقبائل مشرکین کے مسلمانوں کی طرف خروج کی خبر ملی تو آپؐ نے صحابہ کو جمع کیا اور انہیں دشمن کے عزائم کے بارہ میں آگاہ کر کے مشورہ طلب فرمایا تا کہ ان کے سدباب کے لئے کوئی حکمت عملی اختیار کی جاسکے۔ اس کے جواب میں صحابہ کرام کی طرف سے کئی آراء پیش کی گئیں جن میں سے ایک رائے حضرت سلمان فارسیؓ کی تھی۔ آپؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہمارے ملک میں ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی تو ہم دشمن سے بچاؤ کی خاطر شہر کے گرد خندق کھود دیتے اور خود اندر رہ کر اپنا دفاع کرتے۔ یہ بات آنحضرت ﷺ کو بہت پسند آئی اور اس پر ہی عمل کر کے خندق کھودی گئی۔ واضح رہے کہ عربوں میں جنگ کے دوران اپنی حفاظت کے لئے خندق کھودنے کا رواج نہیں تھا اس لئے جب مشرکین کا دس ہزاری لشکر مدینہ پہنچا تو وہ خندق دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ حربہ عربوں نے تو کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد الجزء الثانی صفحه ۵۱ دارالکتب العلمیه بیروت الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۰ء اور کتاب المغازی للواقدی الجزء الثانی صفحه ۴۴۵ عالم الکتب بیروت الطبعه ۱۹۶۶ء)

☆......☆......☆

جنگ خندق میں ہی جب بنو قریظہ نے عہد شکنی کرتے ہوئے مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ٹھان لی اور دیگر بڑے قبائل میں سے بنی فزارہ، بنی مُرّہ اور بنی غطفان بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ایسے میں منافقوں نے طرح طرح کی حوصلہ پست کرنے والی باتیں پھیلانی شروع کر دیں مثلاً یہ کہ محمد تو ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے وعدے کیا کرتا تھا اور آج ہماری یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہم قضائے حاجت کے لئے بھی باہر نہیں نکل سکتے۔ ایسی باتیں یقیناً جنگ کے دوران خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں لہذا شاید آنحضور ﷺ نے صحابہ کی قوت ایمانی، ان کے الٰہی نصرت و تائید پر اعتماد اور اعلائے کلمۂ حق کی خاطر ان کے جوش و جذبہ کو پرکھنا چاہا۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ کیوں نہ ہم "غطفان" سے مدینہ کی ایک تہائی پھلوں کی پیشکش کے عوض صلح کا ہاتھ بڑھائیں۔ اس سلسلہ میں آپؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا کرنا آپ کی ذاتی خواہش ہے یا اس کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے یا پھر آپ ایسا صرف ہماری خاطر کرنا چاہتے ہیں؟۔ آپؐ نے فرمایا بلکہ یہ میں تمہاری ہی خاطر کرنا چاہتا ہوں تا کہ کفار کی قوت کو کسی قدر کم کیا جا سکے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا "اگر ایسا ہے تو خدا کی

قسم پھر ہم ان کو سوائے تلوار کی دھار کے اور کچھ نہیں دیں گے"۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام الجزء الثالث صفحہ ۲۲۶،۲۳۴۔دارالقلم بیروت الطبعہ الاولیٰ سنہ ۱۹۸۰ء)

☆......☆......☆

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد بیت اللہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے تو راستے میں آپ کو اطلاع ملی کہ قریش آپ کو اس ارادہ سے روکنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں اور اگر آپ نہ رکے تو وہ آپؐ کے ساتھ جنگ کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ایسے موقع پر آپؐ نے ایک دفعہ پھر "اشیروا علیّ ایھا النّاس" کی آواز بلند فرمائی۔ یعنی اے لوگو مجھے اپنے مشورہ سے آگاہ کرو۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کسی کو قتل کرنے یا کسی کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ لے کر نہیں بلکہ بیت الحرام کی زیارت کی خاطر نکلے ہیں لہذا آپؐ چلتے چلیں اور اگر کسی نے ہمیں اس نیک ارادہ سے روکا تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔اس پر آپؐ نے فرمایا تو پھر اللہ کا نام لے کر چلو۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ)

☆......☆......☆

صلح حدیبیہ ہی کے موقعہ پر جب بظاہر آنحضرت ﷺ نے قریش مکہ کے تمام مطالبات کو قبول فرمالیا جن میں اس دفعہ حج کئے بغیر واپس جانے کا مطالبہ بھی تھا۔ صحابہ کرامؓ پر یہ بات بہت شاق گزری خصوصاً اس لئے بھی کہ وہ زیارت کعبۃ اللہ کی نیت سے میلوں میل کی مسافت طے کر کے آئے تھے اور اپنی قربانیاں بھی ساتھ لائے تھے ایسی صورت میں ایک حج نہ کرنے کا صدمہ اور دوسرا رسول کریمؐ نے حکم دیا کہ اپنی قربانیاں یہیں پر ذبح کر دو اور اپنے سر منڈواؤ۔ اس پر صحابہ کرام جو پہلے ہی غم و حزن کی کیفیت سے گزر رہے تھے گویا کہ اپنی جگہ پر جامد سے ہو گئے اور کوئی بھی قربانیوں کی طرف نہ بڑھا۔ صحابہ کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئے اور ان کے سامنے سارا ماجرا بیان فرمایا۔اس پر حضرت ام سلمہؓ نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا "یا رسول اللہ! لوگ غم کی کیفیت میں ہیں اور ان کا یہ حال نعوذ باللہ نافرمانی کی نیت سے نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہوگی کہ آپ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے بات کئے بغیر جا کر اپنی قربانی ذبح کر دیں اور سر منڈوا دیں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ آپؐ کو یہ مشورہ بہت بھلا معلوم ہوا چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔جب صحابہؓ نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنی قربانیوں کی طرف لپکے اور آن کی آن میں ان کو ذبح کر دیا اور اتنی تیزی سے ایک دوسرے کے سر مونڈنے لگے کہ جلدی کی وجہ سے بعض صحابہ اپنے ساتھیوں کو زخمی کرنے لگے۔

(کتاب المغازی للواقدی الجزء الثانی صفحہ ۶۱۳،۶۱۶ ۔عالم الکتب بیروت ۔ طبعہ ۱۹۷۶ء)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

خاندان حضرت مسیح موعود میں شادی کی بابرکت تقریب

احباب جماعت کو خوشی سے اطلاع دی جاتی ہے کہ عزیز مکرم صاحبزادہ مرزا سلمان احمد صاحب ابن مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کی شادی ہمراہ عزیزہ مکرمہ عطیۃ الھادی شیما احمد صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر میر داؤد احمد صاحب مورخہ 3۔اپریل 1999ء کو دارالصدر شمالی ربوہ میں انجام پائی۔ بارات جب محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کے گھر سے روانہ ہوئی تو حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سابق وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے دعا کرائی۔ تقریب رخصتانہ کا آغاز سہ پہر تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد دعوت الی اللہ نے کی۔ جس کے بعد حضرت مسیح موعود کا دعائیہ کلام مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب نے ترنم سے سنایا۔ جس کے بعد مکرم عبدالمنان ناہید صاحب کی دعائیہ نظم مکرم غلام سرور صاحب شیخوپورہ والے نے ترنم سے سنائی۔ اس کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے دعا کرائی جس میں اہل ربوہ اور خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔

اگلے روز اسی جگہ پر سہ پہر دعوت ولیمہ کا انعقاد ہوا جہاں پر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے ہی دعا کرائی۔

دلہن عزیزہ مکرمہ عطیۃ الھادی شیما احمد صاحبہ حضرت مصلح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پڑنواسی، محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب اور محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ کی نواسی اور محترم ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب مرحوم کی پوتی ہے۔

دولہا عزیز مکرم صاحبزادہ مرزا سلمان احمد صاحب حضرت مصلح موعود کے پوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے بھتیجے اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے نواسے ہیں۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے بے انتہا فضلوں سے اس رشتہ کو بابرکت کرے اور حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب کو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر دیا گیا

ربوہ:20مارچ 1999ء۔ مغربی افریقہ کے سابق رئیس (المربیان) روزنامہ الفضل ربوہ کے سابق ایڈیٹر' محترم مولانا نسیم سیفی صاحب کو 20 مارچ بروز ہفتہ دن کے تین بجے بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص برائے مربیان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مرحوم کی نماز جنازہ نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد بیت مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے پڑھائی۔ جس کے بعد جنازہ بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔ جہاں پر قبر کی تیاری کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔ نماز جنازہ اور تدفین میں مجلس مشاورت پر آئے ہوئے سینکڑوں افراد کے علاوہ کثیر تعداد میں اہل ربوہ نے شرکت کی۔

حالات زندگی

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب 1917ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولوی عطا محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔ بی۔اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ اور 1944ء میں اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی۔ مرکز سلسلہ قادیان میں مختصر دینی تعلیم کے بعد 1945ء میں آپ کو نائیجیریا بھجوا دیا گیا جہاں پر آپ نے 1964ء تک خدمات انجام دیں۔ وہاں پر آپ امیر و مشنری انچارج مقرر ہونے کے علاوہ رئیس المربیان مغربی افریقہ مقرر ہوئے۔ ربوہ تشریف لانے کے بعد آپ وکیل التصنیف اور وکیل التعلیم کے عہدوں پر فائز رہے۔ اس دوران آپ قائمقام وکیل اعلیٰ اور وکیل التبشیر بھی رہے۔ 1977ء میں آپ کو سیرالیون بھجوایا گیا جہاں آپ امیر و مشنری انچارج مقرر ہوئے اور 1979ء میں واپس آئے۔ 1988ء میں جب روزنامہ الفضل ربوہ چار سال کی بندش کے بعد دوبارہ شروع ہوا تو آپ کو ایڈیٹر الفضل مقرر کیا گیا اس عہدے پر آپ نے سوا نو سال کام کیا۔ 1990ء اور 1997ء میں آپ نے جلسہ سالانہ لندن میں شرکت کی۔

صحافتی خدمات

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب خداداد قلمی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ نے نائیجیریا میں ہفت روزہ ٹروتھ جاری کیا اور اپنے قیام نائیجیریا کے دوران طویل عرصہ تک اس کے ایڈیٹر رہے۔ اس دوران پاکستان آمد کے وقت آپ کچھ عرصے کے لئے سن رائز کے ایڈیٹر بھی رہے۔ نائیجیریا سے واپسی پر تحریک جدید نے ماہنامہ تحریک جدید جاری کیا جس کی ادارت کے فرائض بھی آپ نے لمبا عرصہ ادا کئے۔ یہ رسالہ اردو اور انگریزی دو زبانوں میں شائع ہوتا تھا۔ آپ کی صحافتی خدمات کا آخری مرحلہ روزنامہ الفضل ربوہ کی ادارت تھا۔

شاعری

محترم نسیم سیفی صاحب اوائل عمر سے ہی شعر کہتے تھے۔ آپ کا اولین مجموعہ کلام اشارے کے نام سے قادیان سے شائع ہوا۔ شاعری کا یہ سلسلہ آپ نے زندگی بھر جاری رکھا اور جماعتی رسائل و اخبارات میں آپ کا اردو کلام شائع ہوتا رہا۔ مغربی افریقہ میں خدمات دین انجام دیتے ہوئے آپ نے انگریزی شاعری بھی شروع کی۔ اردو اور انگریزی میں آپ کی شاعری کے کئی مجموعے شائع شدہ موجود ہیں۔ آپ قادر الکلام شاعر تھے۔ سینکڑوں غزلیں اور نظمیں آپ کے متعدد مجموعہ ہائے کلام میں شائع ہو کر صاحبان ذوق سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

تصانیف

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب کی تصانیف کی تعداد 40 سے متجاوز ہے۔ اس میں آپ کے مجموعہ ہائے کلام کے علاوہ آپ کے اردو مضامین اور انگریزی زبان میں تراجم شامل ہیں۔ انگریزی میں آپ نے ملفوظات حضرت مسیح موعود اور احادیث کے تراجم کئے۔ اس کے علاوہ آپ کی زندگی کے مختلف پہلو بھی کتابی صورت میں موجود ہیں۔

اسیر راہ مولیٰ ہونے کا اعزاز

1994ء ماہ فروری میں آپ کو ایک ماہ کے لئے اسیر راہ مولا بننے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ اس وقت آپ الفضل کے ایڈیٹر تھے۔ آپ نے اسیری کا یہ عرصہ تھانہ ربوہ اور پھر چنیوٹ کی جوڈیشل حوالات میں گزارا۔ اس کے علاوہ آپ پر 60 کے قریب مقدمات بھی تھے۔ جن کی سماعت کے لئے آپ کو بار ہا عدالتوں میں پیش ہونا پڑا۔

وفات

مولانا موصوف شوگر کے عارضے میں عرصہ سے مبتلا تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ کو دل کا عارضہ بھی لاحق ہوا۔ وفات سے چند ہفتے قبل آپ دل کے عارضے کی وجہ سے فضل عمر ہسپتال کے سی سی یو میں داخل رہے۔ وہاں سے گھر آنے پر آپ کو مکمل بیڈ ریسٹ کا مشورہ دیا گیا۔ ہفتہ بھر کے بعد آپ دوبارہ سی سی یو میں داخل ہو گئے۔ جہاں ایک دن کے بعد مورخہ 19۔ مارچ 1999ء جمعۃ المبارک کے روز دن کے بارہ بجے کے قریب آپ کی وفات ہو گئی۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی آپ کی ماموں زاد محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ جن کے بطن سے آپ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام مکرم ظفر اقبال سیفی' مکرم محمد اقبال سیفی' مکرم انور اقبال سیفی اور مکرم اظہر اقبال سیفی ہیں۔ آپ کی صاحبزادی مکرمہ بشریٰ بیگم اہلیہ مکرم سلیمان طاہر صاحب کراچی ہیں۔ آپ کے سب بچے شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے مکرم اظہر اقبال سیفی صاحب نصرت جہاں سکیم کے تحت یوگنڈا میں خدمات بجالاتے رہے۔ اور گزشتہ سال واپس آئے۔

متفرق خدمات

آپ کو جماعت کی ذیلی تنظیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ میں بطور قائد کئی سال تک خدمات کا موقعہ ملا اس کے علاوہ آپ لمبا عرصہ مجلس افتاء' مجلس کارپرداز اور الفضل بورڈ کے رکن بھی رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

☆......☆......☆......☆

قرآن کریم پڑھیں اور پڑھائیں

حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۱/ماہ نبوت ۱۳۲۶ ہش (ماہ نومبر ۱۹۴۷ء) کو خاص طور پر اس موضوع پر خطبہ جمعہ دیا کہ اگر ہماری جماعت قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو سارے مصائب آپ ہی آپ ختم ہو جائیں چنانچہ فرمایا:

"ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو...... ابھی تک جماعت کے بعض لوگ اس سلسلے کو محض ایک سوسائٹی کی طرح سمجھتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد اگر چندہ دے دیا تو اتنا ہی ان کے لئے کافی ہے حالانکہ جب تک ہم اپنے ساتھیوں اور اپنے دوستوں اور اپنے رشتہ داروں کو قرآن کریم کے پڑھانے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش نہ کریں گے اس وقت تک ہمارا قدم اس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس مقام تک پہنچنے کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوا کرتی ہیں"۔

نکاح

عزیزہ مکرمہ درثمین احمد صاحبہ بنت مکرم چوہدری منیر احمد صاحب مربی سلسلہ۔ انچارج ایم ٹی اے ارتھ سٹیشن واشنگٹن امریکہ کا نکاح مکرم ڈاکٹر عتیق احمد صاحب چوہدری ابن مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے ساتھ دس ہزار امریکن ڈالر پر 3 اپریل 99ء کو بعد نماز مغرب بیت المبارک میں مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے پڑھا۔ احباب سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

شراب گلیوں میں بہنے لگی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اہل عرب شراب نوشی کی عادت میں اس حد تک مبتلا تھے کہ گویا شراب انکی رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ بہہ رہی تھی۔ بیسیوں قسم کی شراب تھی جو ان میں گردش کرتی تھی۔ وہ صبح' دوپہر' شام اور رات ہر وقت کے لئے علیحدہ علیحدہ شراب استعمال کرتے۔ کوئی گھر نہ تھا (الا ماشاء اللہ) جہاں شراب نہ چلتی ہو۔ اس پس منظر میں مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہؓ کے گھر میں موجود لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ جو کھجوروں سے تیار کی گئی تھی۔ جس کا نام فضیخ تھا اسی دوران جب شراب کا دور چل رہا تھا اور خم کے خم لنڈھائے جا رہے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منادی کو یہ حکم دیا کہ اعلان کردو۔

"کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔" جب اس منادی کی آواز حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے کانوں سے ٹکرائی تو انہوں نے اسی وقت حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ اٹھو ان مٹکوں کو توڑ دو جن میں شراب بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ سارے مٹکے اسی لمحے توڑ دیے گئے۔ (بخاری کتاب اخبار الاحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد)

یہ ماجرا صرف ابو طلحہؓ کے گھر نہ ہوا بلکہ حضرت انسؓ اپنا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتے ہیں۔

گویا مٹکے ٹوٹنے لگے اور صراحیاں اوندھی ہو گئیں۔ ہر گھر سے شراب نکل نکل کر گلیوں میں آنے لگی۔ اور ہر طرف مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ (بخاری ابواب المظالم باب صب الخمر فی الطریق)

پس کیسا روح پرور نظارہ اس دن مدینہ کی گلیوں نے دیکھا کہ ادھر پیغمبر خدا کے منادی نے صدا لگائی۔ جونہی آواز کانوں سے ٹکرائی بغیر کسی شش و پنج کے' بغیر کسی حیل و حجت کے' بغیر کسی تحقیق و توضیح کے ہر طرف وہ شراب جو انکی گھٹی میں رچی بسی تھی' جو انکے لبوں کو مس کر رہی تھی' یوں ان سے الگ ہو گئی جس طرح پرندہ گھونسلے سے اڑ جاتا ہے۔ اور پھر واپس پلٹنے کا نام نہیں لیتا۔ پس اس دن شراب ایک قابل نفرت اور مذمت شدہ چیز کی طرح صحابہ کے گھروں سے نکل کر مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔